...م کا اجراء 1938ء میں علامہ اقبالؒ کے ایماء اور قائد اعظمؒ کی خواہش پر عمل میں۔

CLASSIC
42-The Mall, Lahore.
Tel: 7323963 - 731.....

قرآنی نظامِ ربوبیّت کا پیامبر

ماہنامہ طلوعِ اسلام لاہور

بدل اشتراک
سالانہ
پاکستان۔ 170 روپے
غیر ممالک۔ 800 روپے

ٹیلیفون
5714546/6541521
idara@toluislam.com
خط و کتابت
ناظم ادارۂ طلوعِ اسلام (رجسٹرڈ) 25-بی گلبرگ 2 لاہور

قیمت فی پرچہ
15/- روپے

شمارہ نمبر 07
جولائی 1999ء
جلد 52

Bank Account No. 3082-7, National Bank of Pakistan, Main Market Gulberg Branch, Lahore

انتظامیہ

چیئرمین :- ایاز حسین انصاری
ناظم :- محمد لطیف چوہدری
ناشر :- عطا الرحمان ارائیں

قانونی مشیران

جناب عبداللہ ثانی ایڈووکیٹ
جناب ملک محمد سلیم ایڈووکیٹ
جناب محمد اقبال چوہدری ایڈووکیٹ

ادارت

مدیر :- محمد سلیم اختر

مجلس مشاورت

ڈاکٹر صلاح الدین اکبر (اردو سیکشن)
محترمہ شمیم انور (انگلش سیکشن)

سرکولیشن مینجر : مرزا محمد زمرد بیگ
کمپوزر : شعیب حسین

پرنٹرز: نذیر شریف پرنٹرز' 43 ریٹی گن روڈ' لاہور

فہرست

لمعات	(ادارہ)	4
لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ	(ادارہ)	10
قرآن حکیم اور ہماری ذمہ داریاں	(بشیر احمد عابد)	17
فرائض رسالت	(پروفیسر بشیر احمد منگی)	21
تباہی کی طرف تیز گامی	(مقبول محمود فرحت)	27
میں بھی اک انسان ہوں	(محمد لطیف چوہدری)	30
قصور پاکستان کا یا پاکستانیوں کا؟	(عنایت اللہ)	31
قرآن سیکھیے! دنیا کو تباہی سے بچائیے	(حیدر علی)	39
حقائق و عبر	(ادارہ)	42
تقدیم بہ روان پاک پرویز	(عبدالغفور محسن)	44
فہرست موضوعات آڈیو درس قرآن ----- از پرویز صاحب		45
Book Review	(Idara)	51
When Adam Met Darwin	Furqan Khalid Sheikh	57
Why I am not a Christian?	Dr. Shabbir Ahmad	63
We Miss Him!	Ms Shamim Anwar	64

CONVENTION 99

IDARA TOLU-E-ISLAM

EMAIL idara@toluislam.com

PROGRAMME

Oct 16, 99 Starting 3 PM Sharp at Base Camp Lahore.

Past, Present & Future of Tolu-e-Islam Movements	**Orators— Members of Tolu-e-Islam Movement (Please register your name With Idara by Sep 30, 1999)**

Oct 17, 99 Starting 9 AM Sharp at Labour Hall, Nisbat Road

Seminar—Fundamental Rights/ Obligations & Quran	**Orators — Open to Public (Please register your name before Sep 30, 1999)**

Oct 17, 99 Starting 3 PM Sharp from Base Camp Lahore

Site seeing and meeting People and distribution of Tolu-e-Islam Literature	**Intending Delegates & Members of Lahore Bazm.**

Oct 18, 99 Starting 10 AM Sharp at Base Camp Lahore

General Council Meeting	**For Members only. Delegates may attend as observers.**

FAREWELL BY CHAIRMAN

ALL THOSE INTERESTED ARE CORDIALLY INVITED– NO CARD NEEDED

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لمعات

1- سندھ کا سمندری طوفان

گذشتہ دنوں بحیرہ عرب سے اٹھنے والے سمندری طوفان نے زیریں سندھ کے ساحلی علاقے میں جو قیامت خیز تباہی مچائی تھی' اس کی ہولناک خبریں طوفان ختم ہونے کے بعد زیادہ بھیانک صورت میں سامنے آرہی ہیں۔ اخباری اطلاعات کے مطابق اس قیامت خیز طوفان سے تیس ہزار کے لگ بھگ بستیاں نیست و نابود ہو گئیں' سینکڑوں افراد ہلاک اور لاپتہ ہو گئے' ہزاروں مویشی طوفان میں بہہ گئے۔ اس ناگہانی آفت کا سب سے زیادہ شکار وہ ماہی گیر ہوئے جو کشتیوں پر سوار سمندر کی وسعتوں میں رزقِ حیات کی تلاش میں نکلے ہوئے تھے۔ طوفان تھم جانے کے بعد سول انتظامیہ نے فوج' نیوی اور رینجرز کی معاونت سے ریلیف کا کام شروع کر دیا ہے لیکن طوفان کے بعد جو حقائق سامنے آرہے ہیں وہ زیادہ روح فرسا اور جگر خراش ہیں۔ ہزاروں افراد بے گھر ہو چکے ہیں' ان کے مکانات ملبے کا ڈھیر بن گئے ہیں۔ طوفانی موجوں سے بچ جانے والے کھارے پانی سے اندھے ہو گئے ہیں۔ لوگوں کی نعشیں کیچڑ' ملبے اور دلدل میں دبی ہوئی جبکہ کئی درختوں میں ٹنگی ہوئی ملی ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ پاکستان کی تاریخ میں ایسا طوفان کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ گذشتہ سال جون میں اس طرح کی امکانی صورتِ حال کے پیش نظر پچاس ہزار افراد کو علاقے سے نکال لیا گیا تھا' لیکن اس برس بڑے پیمانے پر تباہی ہوئی ہے۔ انتظامیہ کا کہنا ہے کہ ساحلی آبادی کو قبل از وقت خبردار کر دیا گیا تھا۔ اگر واقعی ایسا ہوا ہے کہ لوگوں کو خبردار کر دیا گیا تھا تو بھی مقامی انتظامیہ کی ذمہ داری ختم نہیں ہو جاتی۔ ان علاقوں سے' جن کا طوفان کی لپیٹ میں آنے کا سخت خطرہ تھا' لوگوں کو ہنگامی بنیادوں پر نکالا جانا چاہئے تھا۔ اب سرکاری طور پر کروڑوں روپے کی امداد کا اعلان کیا جا رہا ہے' ایک ہیلی کاپٹر کی ایک گھنٹے کی فلائٹ پر تقریباً سوا تین لاکھ روپے خرچ ہو رہے ہیں' جو کہ دن رات امدادی کاموں میں مصروف ہیں۔ اگر یہی رقم پہلے خرچ کر دی جاتی تو ہونے والے نقصان میں خاصی کمی آسکتی تھی۔ لیکن ایسا لگتا ہے کہ ہمارے وہ اربابِ اقتدار جن پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے انہوں نے غفلت کا مظاہرہ کیا حالانکہ ابتدائی اطلاعات اور طوفان کی متوقع شدت کے پیش نظر لوگوں کو محفوظ مقامات پر منتقل کرنے کی مقدور بھر کوشش کی جا سکتی تھی۔

سندھ کے زیریں علاقے میں اگر مواصلاتی نظام قائم ہوتا تو سمندری لہروں کی نذر ہو جانے والے بہت سے افراد کی زندگی بچائی جا سکتی تھی۔ وزیراعظم محترم نواز شریف نے موقع پر پہنچ کر مصیبت گزیدہ اور آفت رسیدہ متاثرین کی جس طرح اشک شوئی کی ہے وہ قابلِ تعریف ہے لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ اس مسئلہ کو مستقل بنیادوں پر حل کیا جائے تاکہ بعد ازمرگ واویلا کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔

ترقی یافتہ قوموں نے تسخیرِ فطرت کا راز سمجھ لیا ہے جس کی وجہ سے وہ فطرت کے ان حوادث کا مقابلہ اور ان کی روک تھام' خود قوانینِ فطرت کی رُو سے کرتی ہیں۔ ہالینڈ۔ پورے کا پورا ملک۔ سمندر کے ساحل پر واقع ہے اور سطح سمندر سے کتنے ہی فٹ نیچا۔ لیکن اس نے ایسا انتظام کر رکھا ہے کہ سمندر کا ایک قطرہ پانی بھی' ان کی "اجازت" کے بغیر ملک میں نہیں آسکتا۔ چین میں دریائے زرد کا نام ہی "بلائے موت" تھا۔ جب سے انسان نے آنکھ کھولی' اس نے دیکھا کہ یہ دریا ہر سال اپنا رخ بدل لیتا ہے اور لاکھوں کی تعداد میں انسانوں اور مویشیوں کی جانیں ہلاک اور بے حساب سامان و متاع تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ اس کا کوئی علاج چینیوں کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ انہوں نے ایک اسکیم تیار کی۔ کہتے ہیں کہ ان کا صدر' ماؤزے تنگ' لبِ دریا گیا اور اسے مخاطب کر کے کہا کہ "اے زرد دریا! تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ اب یہاں عوام کی حکومت ہے۔ اس لئے تجھے اب اپنا رخ ان کی مرضی کے مطابق رکھنا پڑے گا۔" چنانچہ دریائے زرد کو یہ حکم ماننا پڑا اور اب وہ زمین پر ماتھا رگڑتا ہوا' ٹھیک اس راستے پر چلا جاتا ہے جو اس کے لئے مقرر کر دیا گیا ہے۔

اس نوع کی آفات میں عموماً اس قسم کی آوازیں سنائی دیتی ہیں کہ یہ خدا کا عذاب ہے۔ اس کا غضب ہے جسے وہ بندوں پر نازل کرتا ہے۔ یہ ہمارے گناہوں کی سزا ہے۔ یہ ہماری شامتِ اعمال ہے۔ اس کے لئے ہمیں خدا کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہئے۔ توبہ کرنی چاہئے۔ اس کے حضور گڑ گڑا کر دعائیں کرنی چاہئیں کہ وہ ہمارے حال پر رحم کرے۔ وغیرہ وغیرہ۔ گورنر سندھ معین حیدر صاحب کا یہ بیان بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ "سمندری طوفان اللہ تعالیٰ نے ہماری آزمائش کیلئے بھیجا ہے اور ہم سب مشیتِ ایزدی کے آگے بے بس ہیں۔"

(جنگ کراچی' یکم جون 1999ء)

آیئے ہم دیکھیں قرآن کی رُو سے حقیقت کیا ہے۔ قرآنِ کریم نے بتایا ہے کہ خدا وہ ہے جو اپنی قدرتِ کاملہ سے اس کائنات کو عدم سے وجود میں لایا اور اس کے بعد اس نے اپنے اختیارِ مطلق کی رُو سے ایسے قوانین نافذ کئے جن کے مطابق یہ کارگہِ کائنات رواں دواں ہے۔ یہ قوانین غیر متبدل ہیں اور اسی وجہ سے نظم و نسقِ کائنات اس حُسن و خوبی سے چل رہا ہے۔ اس نے انسان کو اس امر کی صلاحیت عطا کر دی ہے کہ وہ ان قوانین کو سمجھ سکے۔ جوں جوں وہ ان قوانین کو سمجھتا جائیگا فطرت کی قوتیں اس کے تابع فرمان ہوتی جائیں گی۔ قرآنِ کریم میں تسخیرِ کائنات کے سلسلہ میں جو آیات آئی ہیں (اور ان کی تعداد کثیر ہے) ان سے یہی مراد ہے۔۔۔ شمس و قمر کی تسخیر (13:2)- لیل و نہار کی تسخیر (14:33)- سمندروں کی تسخیر (16:14)- دریاؤں کی تسخیر (14:32)- جو کچھ زمین پر ہے اس سب کی تسخیر (22:65)- حتیٰ کہ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا

فِی الْاَرْضِ- (31:20)- ارض و سما کی تسخیر- زمین کی بھی اور اجرامِ فلکی کی بھی-- جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے' یہ تسخیر' قوانینِ فطرت کا علم حاصل کرنے سے ہوتی ہے- یاد رکھیے! قوانینِ فطرت بھی خدا ہی کے قوانین ہیں- ان کی اطاعت' قوانینِ خداوندی کی اطاعت ہے اور ان کی خلاف ورزی' قوانینِ خداوندی کی معصیت- جو قوم ان قوانین کی اطاعت کرے گی' وہ فطرت کی قوتوں کو مسخر کر کے' انہیں اپنے کام میں لائے گی اور اس طرح اس کی دنیاوی (طبیعی) زندگی فطرت کی عطا کردہ نعمتوں سے مالا مال ہو جائے گی- جو ان قوانین کا علم حاصل نہیں کرے گی یا ان سے اعراض برتے گی' وہ نہ صرف یہ کہ ان نعمتوں سے محروم رہ جائے گی بلکہ فطرت کی قوتیں بیباک ہو کر ان کے ہاں تباہیاں مچا دیں گی- اسے اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ جب فطرت کی قوتیں بیباک ہوتی ہیں تو اس کا نتیجہ تباہی ہوتا ہے- جب وہ قوتیں' انسان کے تابع فرمان ہوتی ہیں' تو وہ اس کی مرضی کے مطابق نتائج پیدا کرتی ہیں- اس میں (ہمارے اصطلاحی معنوں میں) "مومن" اور "کافر" کا بھی فرق نہیں ہوتا- جو انسان یا جو قوم بھی چاہے ان قوتوں کو مسخر کر کے ان سے اپنی مرضی کے مطابق کام لے سکتی ہے- اس مقام پر البتہ ایک فرق ضرور ہوتا ہے- جو قوم ان قوتوں کو مسخر نہیں کرتی' اسے مقامِ آدمیت نصیب نہیں ہوتا- یہ ٹھیک ہے کہ ان قوتوں کی تسخیر' انسانی علم کی ترقی اور وسعت کے ساتھ بڑھے گی- لیکن جو قوم دنیا کو قابلِ نفرت قرار دیکر ان قوتوں سے اجتناب اور اعراض برتے گی' وہ اس میدان میں پہلا قدم بھی نہیں اٹھا سکے گی- اس کا شمار "صفِ آدمی" میں کیسے ہو سکے گا؟

اس سے واضح ہے کہ سیلاب' خشک سالی' زلزلے' وبائی امراض وغیرہ کا تعلق نظامِ فطرت سے ہے اور یہ حوادث' قوانینِ فطرت کے مطابق وقوع پذیر ہوتے ہیں- جو قومیں ان قوانین کا علم حاصل کر کے' حفاظتی تدابیر اختیار کر لیتی ہیں' ان کے ہاں یہ حوادث تباہی نہیں مچاتے- یہ قومیں قوانینِ خداوندی کی اطاعت کرتی ہیں' اور اطاعتِ قوانینِ خداوندی کا نتیجہ امن و سلامتی ہوتا ہے-

اب ایک قدم آگے بڑھیئے- اگر بارش کا بے پناہ پانی' سیلاب کی شکل میں ایسے پہاڑوں' میدانوں' صحراؤں سے گذر کر سمندر میں جا گرے' جن میں کوئی انسانی آبادی نہ ہو' تو یہ سیلاب کسی تباہی کا موجب نہیں ہو سکتا- یہ حوادث' تباہی اس وقت بنتے ہیں جب انسان ان سے متاثر ہوں- ان قوتوں سے انسانوں کے متاثر ہونے کی دو شکلیں ہیں- ایک تو وہ شکل جس کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں--- یعنی وہ قوم جو سیلاب کی گذر گاہوں میں اپنی بستیاں بسائے لیکن اس سے حفاظت کی کوئی تدبیر اختیار نہ کرے وہ تباہ ہو جائے گی- اس کی دوسری شکل یہ ہے کہ ایک قوم ان قوتوں کو مسخر کر کے' انہیں اپنے مفاد حاصل کرنے کے لئے دوسرے انسانوں کے خلاف استعمال کرے- اب ظاہر ہے کہ اس دوسری شکل میں' فطرت کی قوتیں از خود کوئی تباہی نہیں مچاتیں- انسانی اختیار ان سے تباہی پیدا کرتا ہے- یہاں یہ سوال سامنے آتا ہے کہ انسان کے اس اختیار کو کس طرح کنٹرول میں رکھا جائے کہ یہ فطرت کی قوتوں کو دوسرے انسانوں کی تباہی کے لئے استعمال نہ کرے- چونکہ کنٹرول' قانون کی رو ہی سے ممکن ہوتا ہے' اس لئے اس کنٹرول کے لئے بھی قوانین کی ضرورت ہو گی- یہ قوانین بھی خدا کی طرف سے ملتے ہیں- انہیں وحی کا عطا کردہ ضابطہ کہا جاتا ہے- یہ ضابطہ قوانین بتاتا ہے کہ فطرت کی قوتوں کو انسانوں کی

تباہی کے لئے نہیں بلکہ ان کی منفعت کے لئے کس طرح استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جو لوگ ان قوانین کی صداقت پر ایمان لا کر' ایسا نظام قائم کر لیتے ہیں جس میں فطرت کی قوتیں' انسانی تباہی کے لئے نہیں بلکہ منفعتِ عامہ کے لئے صَرف کی جاتی ہیں۔ انہیں' قرآنِ کریم کی اصطلاح میں' جماعتِ مومنین کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ' قوانینِ خداوندی کے دونوں ضابطوں کی اطاعت کرتے ہیں۔ اس ضابطہ کی بھی جسے قوانینِ فطرت کہا جاتا ہے' اور اس کی بھی جسے وحی کہا جاتا ہے (اور جو اَب قرآنِ کریم کے اندر محفوظ ہے)۔اس اطاعتِ خداوندی سے ان کی اپنی قوم بھی حوادثِ فطرت کی تباہ کاریوں سے محفوظ رہتی ہے' اور دیگر اقوامِ عالم بھی ان سے مصئون۔ قرآنِ مجید کے الفاظ میں' یہ قوم اس خدا کے قوانین کی اطاعت کرتی ہے جو الٰہ فی السماء بھی ہے اور الٰہ فی الارض بھی (43:84)۔ یعنی سماوی قوانین خداوندی کی بھی مطیع اور ارضی قوانین کی بھی۔

اس سے ہمارے سامنے تین قسم کی قومیں آجاتی ہیں:

(1) وہ قوم جو الٰہ الارض پر بھی ایمان رکھتی ہے اور الٰہ السماء پر بھی۔ یعنی وہ فطرت کی قوتوں کو مسخر کر کے' انہیں اقدارِ خداوندی کے مطابق صرف کرتی ہے اس سے وہ خود بھی امن و سلامتی میں رہتی ہے اور عام انسانیت بھی۔ اگر کبھی کوئی ایسا حادثہ رونما ہو جاتا ہے کہ علم انسانی کی کمی کی وجہ سے اس کی روک تھام نہیں ہو سکتی تو یہ لوگ (مومنین) باہمی ہمدردی' ایثار' قربانی اور تعاون سے اس کا اس طرح مقابلہ کرتے ہیں کہ اس کے پیدا کردہ نقصان کا ازالہ ساتھ کے ساتھ ہوتا چلا جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں'جو ہولناک قحط پڑا اور جو تباہ کُن طاعون پھوٹا تھا'جماعتِ مومنین اور ان کے سربراہ نے ان کا مقابلہ اسی طرح کیا تھا۔ یہی وہ قوم ہوتی ہے جس کا ایمان' صحیح معنوں میں ایمان کہلانے کا مستحق اور جن کے اعمال' اعمالِ صالح بننے کے قابل ہوتے ہیں۔ ان کی یہ زندگی بھی کامیابیوں اور خوشگواریوں کا پیکر ہوتی ہے اور اُخروی زندگی بھی سرفرازیوں اور شادابیوں کی حامل۔

(2) دوسری قسم کی قوم وہ ہوتی ہے جو فطرت کی قوتوں کو مسخر کر لیتی ہے لیکن انہیں صَرف کرتی ہے اپنے مفاد کے تحفظ اور دوسری قوموں کے استحصال کی خاطر۔ انہیں ہنگامی طور پر کامیابیاں حاصل ہو جاتی ہیں لیکن عام انسانیت ان کے ہاتھوں محفوظ نہیں ہوتی اس لئے ان کا نظام آخرالامر عالمگیر تباہیاں لاتا ہے۔ یعنی یہ وہ قومیں ہیں جو (خدا کے) قوانینِ فطرت کی تو اطاعت کرتی ہیں لیکن اس کے ان قوانین سے سرکشی برتتی ہیں جن کا تعلق عالمِ انسانیت سے ہے۔ یہ ہیں یورپ کی مادہ پرست قومیں۔

(3) اور تیسری شق ان اقوام پر مشتمل ہوتی ہے جو فطرت کی قوتوں کو مسخر ہی نہیں کرتیں اور جب وہ ان قوتوں کو مسخر ہی نہیں کرتیں تو انہیں اقدارِ خداوندی کے مطابق صَرف کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ لوگ "مذہب پرست" کہلاتے ہیں۔ جس کا نتیجہ اس دنیا کی ذلت و خواری اور آخرت کی رُو سیاہی ہوتا ہے۔ ہمارا شمار انہی اقوام میں ہوتا ہے۔ ہم پر یہ عذاب کہیں باہر سے نازل نہیں ہو رہا' یہ ہمارے اپنے ہاتھوں کا لایا ہوا ہے۔ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ (42:30)۔ جو مصیبت بھی تم پر آتی ہے وہ تمہارے اپنے ہی ہاتھوں کی لائی ہوئی ہوتی ہے۔ یہ اربابِ نظم و نسق کی

جس کی خصوصیت یہ بتائی ہے کہ **وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا** (2:35)-جہاں سے کسی کا جی چاہے بافراغت کھائے پیے- اس میں کسی کی ذاتی ملکیت کا کوئی سوال ہی نہ تھا اور اس کے بعد کی زندگی میں جس جنت کا ذکر ہے اس میں بھی سامان زیست کی بے حد فراوانیاں ہیں لیکن کسی کی ذاتی ملکیت کا کوئی ذکر نہیں کہ اس کی حدود کے اندر کوئی دوسرا قدم نہ رکھ سکے- وہاں کی کیفیت یہ ہو گی کہ **نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ** (39:74) جہاں کسی کا جی چاہے رہے-- یعنی ایک ایسی اجتماعی زندگی جس کی خوش حالیوں اور کامرانیوں میں ہر فرد برابر کا شریک ہو اور کسی مقام پر بھی "ذاتی ملکیت" کی لکیریں کھنچی ہوئی نہ ہوں- اس جنت کی طرف جانے کا صرف ایک راستہ ہے اور یہ وہ راستہ ہے جس پر اس ذاتؐ گرامی کی حیات طیبہ کے نقوش قدم درخشندہ ستاروں کی طرح جگمگا رہے ہیں جس نے ساری عمر ایک پیسہ جمع نہیں کیا اور وفات کے وقت ایک دینار تک گھر میں رکھنا گوارا نہیں کیا-

یاد رکھئے ! رسولؐ اللہ کی یہ زندگی ایک تارک الدنیا راہب' ایک خانقاہ نشین صوفی یا ایک بن باسی سنیاسی کی زندگی نہیں جو اپنی کمائی میں سے دوسروں کو دیتا تو ایک طرف خود اپنی روٹی کے لئے بھی دوسروں کے محتاج ہوتے ہیں- حضورؐ نے دنیا حاصل کی اور بھرپور طور پر حاصل کی- آپؐ کی ساری زندگی مسلسل تگ و تاز اور پیہم سعی و عمل میں گزری جس سے ایک وسیع و عریض مملکت وجود میں آ گئی- آپؐ اس مملکت کے اولین سربراہ اور مختار کل تھے لیکن یہ مملکت غریبوں اور محتاجوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے متشکل کی گئی تھی نہ کہ بڑے بڑے امراء و رؤسا پیدا کرنے کے لئے- یہ مملکت' خدا کے نظام ربوبیت کو قائم کرنے کا ذریعہ تھی جس کا نمونہ خود حضورؐ کی حیات طیبہ تھی--- اور ہمارا ایمان ہے کہ اس نہج کی زندگی حضورؐ کے رفقاء کرامؓ کی بھی تھی' اس لئے کہ ہو نہیں سکتا کہ خدا انہیں "مومن حقا" کہے' انہیں والذین معہ' کہہ کر پکارے' اور ان کی زندگی حضورؐ کی زندگی سے مختلف ہو- ان سب کی زندگی ویسی ہی تھی- اس نظام میں ہر ایک کی زندگی کا نہج یہی ہونا چاہئے تھا-

نہ ہی حضورؐ کی یہ زندگی ایک کمیونسٹ کی زندگی تھی جس کی بنیاد نفرت اور انتقام پر ہوتی ہے اور جس کے سامنے' انسان کی حیوانی سطح سے بلند' زندگی کا کوئی نصب العین نہیں ہوتا- یہی وجہ ہے کہ جب اس کے سینے میں نفرت اور انتقام کی آگ بجھ جاتی ہے تو اس کے سامنے کوئی جذبہ محرکہ ایسا نہیں رہتا جو اسے اس نہج کی زندگی بسر کرنے پر آمادہ کر سکے-

یہ زندگی تھی ایک ایسے انسان کی جو اپنے پروگرام کو مستقل اقدار حیات کی مثبت بنیادوں پر استوار کرتا' اور جو دوسروں کی پرورش میں اپنی ذات کی نشوونما کا سامان پاتا ہے- اس کی زندگی' اسلام کی صحیح تفسیر ہوتی ہے جس میں دولت جمع کرنے اور جائدادیں کھڑی کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا- نوع انسان کو بالآخر اس اسلام کی طرف آنا ہے- اس میں دیر اس لئے ہو رہی ہے کہ بدقسمتی سے خود مسلمان اس کے راستے میں سنگ گراں بن کر حائل ہے اور اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ اسلام یہ نہیں تو اس سے پوچھئے کہ پھر حضورؐ کی حیات طیبہ کے متعلق اس کا کیا خیال ہے؟ وہ اسلام کی صحیح تصویر تھی یا نہیں؟

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

حضور ﷺ کا ارشاد پاک ہے

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے (قرآن کے علاوہ کوئی بات نہ لکھو اور جس نے قرآن کے علاوہ کچھ اور لکھ لیا ہو وہ اسے مٹا دے-

(مسلم)

حضرات سرانجام دیتے ہیں۔ ان کا کام فیصلہ دینا نہیں تھا۔ محض مشورہ دینا تھا۔ رفتہ رفتہ عام لوگوں نے بھی ان (مفتی) حضرات سے مسائل پوچھنے شروع کر دیئے اور اس طرح ایسے معاملات میں جو قانون کی زد میں نہیں آتے تھے ان حضرات کے "مشورے" فیصلوں کی حیثیت اختیار کرنے لگے۔ یہ کیفیت اس وقت تک جاری ہے اور یوں ان حضرات نے سمجھ لیا ہے کہ وہ دوسروں کے کفر اور اسلام کے متعلق فیصلہ کرنے کے مجاز ہیں۔ یہی وہ بنیادی غلط فہمی ہے جس کی وجہ سے کافر سازی کا بازار اس قدر گرم رہتا ہے اور امت اس اندرونی خلفشار کے ہاتھوں تباہ ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اس وقت امت کا کوئی فرقہ ایسا نہیں جو کافر نہ بن چکا ہو۔ لیکن تماشا یہ ہے کہ جو خود کافر قرار دیئے جا چکے ہیں وہ بدستور دوسروں کے کفر و اسلام کا فیصلہ کرنے میں مشغول رہتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اس بات کی ضرورت کیوں لاحق ہوتی ہے کہ یہ متعین کیا جائے کہ فلاں شخص مسلمان ہے یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ اس کی ضرورت قانونی ہے۔ مثلاً آئینِ پاکستان میں شق موجود ہے کہ صدرِ مملکت مسلمان ہی ہو سکتا ہے، غیر مسلم نہیں۔ اس مقصد کے لئے ضروری ہے کہ یہ متعین کیا جائے کہ جو شخص منصبِ صدارت کے لئے امیدوار ہے (یا منتخب کیا جا رہا ہے) وہ اس شرط کو پورا کرتا ہے یا نہیں۔ یہ محض اتفاق ہے کہ اس وقت تک کسی نے یہ سوال اٹھایا نہیں۔ اگر یہ سوال اٹھایا جائے تو ظاہر ہے کہ اس کے متعلق حکومت کی کوئی مستند اتھارٹی ہی فیصلہ دے گی نہ کہ زید، بکر، عمر۔ (اصل یہ ہے کہ اس کے متعلق خود آئین کے اندر تصریح ہونی چاہئے کہ اس مقصد کے لئے مسلمان کسے تصور کیا جائے گا۔۔۔ جس طرح مثلاً یہ تصریح موجود ہے کہ ووٹر کون ہو سکتا ہے۔)

ان اشارات سے واضح ہے کہ اس امر کا حق کسی فرد کو حاصل ہی نہیں ہونا چاہئے کہ وہ دوسروں کے کفر اور اسلام کا فیصلہ کرے۔ اس کا فیصلہ حکومت کو کرنا چاہئے۔ جب حکومت اسے اپنے ہاتھ میں لے لے تو پھر یہ چیز "قانوناً" ممنوع ہو جائے گی کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے کفر اور اسلام کے متعلق فتوے صادر کرے۔ یہ ہے اس کافر سازی کے فتنہ کو روکنے کا اصل طریق۔

ڈاکٹر سید عبدالودود کی کتاب

THE HEAVENS,THE EARTH AND THE QURAN

کا نیا خوشنما ایڈیشن شائع ہو گیا ہے جس میں نئے ابواب اور نئی رنگدار تصاویر کا اضافہ شامل ہے۔

ابتدائی صفحات 22' TEXT کے صفحات 248 'پلیٹیں 16+10 رنگدار = 26

قیمت =/240 روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ

ربیع الاول کا بابرکت مہینہ اپنی ہزاروں سعادتوں کو ساتھ لئے گزر گیا۔ اس مہینے میں ملک کے گوشے گوشے میں عید میلادالنبیؐ کے جشن منائے گئے۔ حضورؐ کے نام لیواؤں نے مختلف طرق و انداز سے بارگاہ رسالت میں خراج عقیدت و ارادت پیش کیا۔ ان تقاریب میں حضورؐ کی سیرت طیبہ کے مختلف گوشوں کو لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا۔ یہی ان تقاریب کا بنیادی مقصد ہے۔ سیرت نبی اکرمؐ سے متعلق جو کچھ ہماری کتب روایات و سیر میں آیا ہے اس میں بعض باتیں ایسی بھی ہیں جن میں اختلاف کی گنجائش ہو سکتی ہے لیکن حیات مقدسہ کا ایک گوشہ ایسا ہے جس میں کسی کو کسی قسم کا اختلاف نہیں۔ وہ سب کے نزدیک متفق علیہ ہے اور وہ گوشہ یہ ہے کہ

(1) حضورؐ نے ساری زندگی میں ایک پیسہ بھی جمع نہیں کیا۔

(2) آپؐ نے کوئی جائداد نہیں بنائی۔

(3) نہ ہی حضورؐ نے اپنے پس ماندگان کے لئے کوئی ترکہ چھوڑا۔ جب حضورؐ کے پاس نہ جمع شدہ دولت تھی نہ کوئی ذاتی جائداد' تو پھر ترکہ چھوڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (سنی بہرحال اس پر متفق ہیں)

حضورؐ کی زندگی کا یہ نہج' مفلسی اور ناداری کی وجہ سے نہ تھا۔ اس زمانے میں بھی حضورؐ کی زندگی اسی انداز کی تھی جب ایک وسیع و عریض سلطنت حضورؐ کے زیر نگیں تھی اور مدینہ میں زر و سیم کا سیلاب آرہا تھا۔ نہ ہی یہ نہج زندگی دنیا سے نفرت کی بنا پر تھا' اس لئے کہ دنیا سے نفرت قرآن کریم کی تعلیم کے یکسر خلاف ہے۔ نیز جب حضورؐ نے اتنی وسیع سلطنت قائم کی' تو دنیا سے نفرت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ان حقائق کی روشنی میں ایک نہایت اہم سوال سامنے آتا ہے اور اسی سوال پر غور کرنے کے لئے ہم نے اس موضوع کو خصوصیت سے سامنے لانے کی ضرورت محسوس کی ہے۔ وہ سوال یہ ہے کہ جب ہمارا ایمان ہے کہ حضورؐ کی حیات طیبہ ہمارے لئے (از روئے قرآن) اسوہ حسنہ۔۔ بہترین ماڈل۔۔ ہے' تو پھر مسلمان ہزار برس سے جس نہج سے زندگی بسر کرتے چلے آرہے ہیں' اس کے متعلق کیا کہا جائے گا؟ اس سے بھی اہم سوال یہ کہ جب اسلام کی صحیح اور سچی شکل وہ ہے جس کی مظہر حضورؐ کی حیات طیبہ ہے' تو پھر یہ کہنا کس طرح صحیح ہو گا کہ "اسلام ہمیں اجازت دیتا ہے کہ ہم بے حد و نہایت دولت جمع کریں۔ جتنی جی چاہے جائدادیں کھڑی کر لیں۔ جتنے وسیع و عریض رقبات اراضی چاہیں اپنی ملکیت میں لیتے چلے جائیں' اور پھر اس دولت۔ جائداد اور زمین کو اس طرح ترکہ میں چھوڑیں کہ ہماری اولاد' پیدائش کے ساتھ ہی (بلامحنت و مشقت) ہزاروں روپے کی مالک بن جائے اور لاکھوں کی جائداد ان کے نام منتقل ہو جائے"۔ سوال یہ ہے کہ اگر اسلام کی صحیح تعبیر کی مظہر خود نبی اکرمؐ کی حیات طیبہ ہے تو پھر اسلام کا وہ نقشہ کس طرح صحیح قرار پا سکتا ہے جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اور جسے "متفق علیہ" طور پر حق سمجھا جاتا ہے اور اگر اسلام کا یہ تصور حق پر مبنی ہے تو پھر حضورؐ کی سیرت مقدسہ کے متعلق کیا کہا جائے گا جو اسلام کے اس تصور کے خلاف ہے۔ یہ سوال بڑا اہم ہے اور گہرے غور و فکر کا محتاج۔

اس سلسلہ میں یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ اسلام کی تعلیم تو وہی ہے جس کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے' لیکن حضورؐ کے لئے خصوصی احکام تھے جن کے مطابق آپؐ نے اس انداز کی زندگی بسر کی۔ یہ اس لئے نہیں کہا جا سکتا کہ حضورؐ کے لئے جس قدر خصوصی احکام تھے (جن کا اطلاق عام مسلمانوں پر نہیں ہوتا تھا) ان کا ذکر بالتصریح قرآن کریم میں کر دیا گیا ہے۔ (مثلاً یہ کہ حضورؐ کی ازواج مطہراتؓ مومنین کے لئے بمنزلہ حقیقی ماؤں کے تھیں) قرآن کریم نے یہ کہیں نہیں کہا کہ عام مسلمانوں کے لئے تو اس کی اجازت ہے کہ وہ جس قدر جی چاہے دولت جمع کریں اور جائدادیں بنائیں لیکن حضورؐ کو اس کی اجازت نہیں۔ نہ ہی یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلام کا عام حکم تو وہی ہے جس پر مسلمان عمل کرتے چلے آ رہے ہیں لیکن حضورؐ نے اپنے لئے از خود خاص نہج زندگی اختیار فرمایا تھا۔ اس تصور کی رو سے کئی ایک اِشکال پیدا ہوتے ہیں جن کا حل نہیں مل سکتا۔ مثلاً یہ کہ

(1) چونکہ حضورؐ کی زندگی کو دوسرے لوگوں کے لئے نمونہ بننا تھا' اس لئے اگر حضورؐ کسی ذاتی ذوق اور رجحان کی بنا پر' اپنے اوپر کوئی ایسی پابندی عائد کرنا چاہتے تھے جس کا حکم قرآن میں نہیں تھا تو حضورؐ کو اس سے روک دیا جاتا تھا۔ سورۂ تحریم میں دیکھئے حضورؐ کو کس شدت سے کہہ دیا گیا کہ **لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ** (66:1) اے نبی! جس چیز کو اللہ نے تیرے لئے حلال قرار دیا ہے تو اسے حرام کس طرح کر سکتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر دولت جمع کرنا اور جائدادیں کھڑی کرنا اسلام کی رو سے حلال تھا (اور نبی اکرمؐ کے لئے اس باب میں خصوصی احکام کوئی نہ تھے) تو حضورؐ اسے اپنے اوپر حرام کس طرح قرار دے سکتے تھے؟ اس پابندی کی شدت کا یہ عالم تھا کہ

"مرض الموت کے ایام میں حضورؐ کے پاس سات دینار تھے اور حضورؐ فرماتے تھے کہ انہیں صدقہ کر دو لیکن اس کے بعد حضورؐ پر غشی طاری ہو گئی اور سب لوگ آپ کی تیمارداری میں مصروف ہو گئے۔ آپ کو ہوش آیا تو فرمایا وہ دینار لے آؤ۔ دینار کو حضورؐ نے اپنے ہاتھ پر رکھ کر کہا کہ محمدؐ کا اپنے رب پر کیا گمان ہو گا جب کہ وہ اپنے رب سے ملے اور اس کے پاس یہ ہوں۔ (پھر حضورؐ نے انہیں صدقہ کر دیا)۔" (متفق علیہ)

یعنی آپؐ خدا کے حضور اس شکل میں نہیں جانا چاہتے تھے کہ آپؐ کے گھر میں سات دینار جمع ہوں۔ اس سے آپ اندازہ لگا لیجئے کہ اس باب میں حضورؐ کس قدر محتاط اور متشدد تھے۔

(2) یہ کوئی ہنگامی واقعہ نہیں تھا۔ حضورؐ نے شروع سے اخیر تک اپنی پوری زندگی اسی نہج سے گزاری تھی۔ اس لئے یہ کسی صورت میں نہیں کہا جا سکتا کہ اسلامی تعلیم کا (معاذ اللہ) یہ تقاضا نہیں تھا' اسے آپ نے از خود اختیار کر رکھا تھا۔

(3) اور سب سے بڑی بات یہ کہ اگر اسلامی تعلیم کچھ اور تھی اور آپؐ نے اپنے لئے خصوصی طور پر دوسرے نہج کی زندگی اختیار کر رکھی تھی تو مسلمانوں کے لئے اسلامی تعلیم کا اتباع ضروری ہو گا یا حضورؐ کے نہج زندگی کا اتباع؟

ان سوالات کے جواب میں عام طور پر کہا جاتا ہے کہ حضورؐ کی زندگی مثالی زندگی (Ideal Life) تھی جس تک پہنچنا ہر ایک کا کام نہیں۔۔۔ لیکن ایسا کہتے وقت یہ حضرات اتنا نہیں سوچتے کہ اگر ایسی زندگی ایک رسول ہی بسر کر سکتا تھا اور رسول کے علاوہ کسی اور انسان کے لئے ایسی زندگی بسر کرنا ممکن نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کی سیرت کو تمام مسلمانوں کے لئے اسوہ حسنہ قرار کیوں دیا۔ اسوہ (نمونہ) تو وہی ہو سکتا ہے جس کے مطابق بن جانا دوسروں کے لئے ممکن ہو۔ جس نہج زندگی کا اختیار کرنا عام طور پر ممکن نہ ہو' وہ نوع انسان کے لئے نمونہ بن ہی نہیں سکتا۔ ہم نے "نوع انسان" اس لئے لکھا ہے کہ قرآن میں ہے کہ حضورؐ "کافتہ للناس" کی طرف رسول ہیں۔

آپ نے غور فرمایا کہ یہ سوال جسے ہم نے اٹھایا ہے کس قدر اہم اور کتنے گہرے غور و فکر کا محتاج ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ کہ اس کا اطمینان بخش حل کس قدر مشکل نظر آتا

ہے۔ لیکن یہ مشکل صرف اس لئے ہے کہ ایک طرف نبی اکرمؐ کی وہ پنج زندگی ہے جو بالکل صاف اور واضح طور پر ہمارے سامنے آتی ہے۔ لیکن دوسری طرف وہ اسلام ہے جو ہمارے ہاں عام طور مروج چلا آرہا ہے۔ حضورؐ کی وہ حیات طیبہ اس اسلام کے نقشے میں فٹ نہیں بیٹھتی۔ اس لئے اس سے یہ تمام الجھنیں پیدا ہوتی ہیں۔ اگر ہم اپنے ہاں کے مروجہ اسلام کی جگہ اس اسلام کو سامنے لے آئیں جسے قرآن کریم پیش کرتا ہے تو حضورؐ کی یہ زندگی اس کی تعلیم کے عین مطابق ہو جاتی ہے اور اس ضمن میں نہ کوئی اشکال باقی رہتا ہے نہ الجھن پیدا ہوتی ہے۔

آپ تاریخ انسانیت پر غور کیجئے۔ آپ کو نظر آجائے گا کہ انسانی معاشرہ کی ناہمواریوں اور فساد انگیزیوں کی ایک بیّن اور بنیادی وجہ بے حدّ و نہایت دولت اور ذاتی جائداد کا وجود ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ ایک فرد جس قدر دولت سمیٹتا ہے وہ اسی حد تک دوسرے انسانوں کو اس سے محروم کر دیتا ہے۔ اگر یہ دولت چند انسانوں کے پاس جمع ہونی شروع ہو جائے تو اسی نسبت سے عوام اس سے محروم ہوتے جائیں گے۔ اس کا نتیجہ معاشرہ کی وہ ناہمواریاں ہیں جن سے مختلف مفاسد وجود میں آتے ہیں۔ قرآن ان ناہمواریوں کو مٹا کر انسانی معاشرہ کو ان مفاسد سے پاک کرنے کے لئے آیا تھا۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ دولت جمع کرنے کو روکے۔ آپ دیکھئے کہ قرآن کریم نے اس باب میں کس قدر واضح احکام اور ہدایات دی ہیں۔ وہ کھلے کھلے الفاظ میں کہتا ہے کہ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (9:34)۔"جو لوگ سونا اور چاندی (دولت) جمع کرتے ہیں اور اسے خدا کی راہ (یعنی (انسانیت کی فوز و فلاح) کے لئے کھلا نہیں رکھتے (صرف نہیں کرتے) اے رسول! تو انہیں دردناک عذاب سے آگاہ کر دے" اور یہ ظاہر ہے کہ جب دولت جمع نہیں کی جا سکے گی تو جائدادیں کھڑی کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو گا۔

ذاتی جائداد کے حق میں شروع ہی سے دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اس کے بغیر انسان کے لئے کوئی جذبہ محرکہ ایسا نہیں رہتا جس سے وہ زیادہ سے زیادہ محنت کر کے کمائے۔ آپ غور کیجئے کہ اس دلیل کی رو سے یہ لوگ انسان کو کس پست مقام پر لے آتے ہیں--- بالکل حیوانی سطح پر جہاں مفادخویش سے بلند کوئی مقصد زندگی ہی نہیں ہوتا۔ حالانکہ خود یہ لوگ اپنے ہاں کے ان لوگوں کو جنہوں نے مفاد خویش سے بلند ہو کر عالمگیر انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے کچھ کیا ہو، مستحق ہزار ستائش سمجھتے ہیں۔ ان کے مجسّمے کھڑے کرتے ہیں۔ ان کی یادگاریں مناتے ہیں۔ انہیں اپنا ہیرو قرار دیتے ہیں۔ بالفاظ دیگر انہیں یہ تسلیم ہے کہ انسان کے لئے مفاد خویش سے بلند بھی ایسے جذبات محرکہ ہو سکتے ہیں جن کی رو سے وہ جان مار کر محنت کرے اور اپنی محنت کے ماحصل کو نوع انسان کی منفعت کے لئے عام کر دے۔ قرآن کریم اسی قسم کی بلند اقدار انسانوں کے سامنے پیش کر کے ان پر علیٰ وجہ البصیرت ایمان لانے کا مطالبہ کرتا ہے۔ جو لوگ ان اقدار پر ایمان لاتے ہیں--- جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ انہیں اپنی زندگی کا نصب العین قرار دیتے ہیں--- وہ ان کی اجتماعیت سے ایک نظام قائم کرتا ہے جس میں یہ تمام افراد

(1) نہایت محنت سے کام کرتے ہیں اور اپنی محنت کے ماحصل کو اس نظام کی تحویل میں دے دیتے ہیں۔

(2) یہ نظام ان تمام افراد اور ان کی اولاد کی بنیادی ضروریات زندگی کی ضمانت دیتا ہے اور ایسے سامان فراہم کرتا ہے جن سے ان کی انسانی صلاحیتوں کی پوری پوری نشوونما ہو سکے۔

(3) اس کے بعد جو کچھ بچے اسے دیگر افراد انسانیہ کی منفعت کے لئے صرف کیا جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر، دوسری اقوام میں جو کچھ ان کے چند برگزیدہ افراد کر سکے ہیں قرآنی نظام کا ہر فرد وہی کچھ کرتا ہے۔ فرمایئے! اس میں کون سی بات ایسی ہے جو ناممکن العمل ہو--- یا جسے چند برگزیدہ افراد یا حضرات انبیاء کرامؑ ہی سرانجام دے سکیں۔ وہ دوسرے انسانوں کے بس کی

بات نہ ہو؟

قرآن اس نظام کو بتدریج آہستہ آہستہ وجود میں لاتا ہے۔ اس لئے ہم اس میں ایسے احکام دیکھتے ہیں جن کا تعلق اس کے مختلف مراحل سے الگ الگ ہے۔ وہ ابتدائی اسٹیج میں صدقہ و خیرات کے تلقینی اور تاکیدی احکام دیتا ہے۔ ترکہ اور وراثت سے متعلق قوانین مقرر کرتا ہے۔ قرضہ اور تجارت کے سلسلے میں ضوابط کی صراحت کرتا ہے۔ لیکن ان کے ساتھ ساتھ "انفاق" کی اہمیت برابر واضح کرتا چلا جاتا ہے۔ اگلے مرحلہ میں یہ سوال سامنے آتا ہے کہ يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ط۔ یہ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ ہم کس حد تک نوع انسانی کی منفعت کے لئے کھلا رکھیں اور صرف کر دیں۔ جواب دیا جاتا ہے قُلِ الْعَفْوَ(2:219) ان سے کہہ دو کہ جس قدر تمہاری ضروریات سے زائد ہے، سب کا سب۔ اور ایک مرحلہ اس سے بھی آگے آتا ہے جس میں ان افراد جماعت کی خصوصیت یہ بتائی جاتی ہے کہ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (59:9) یہ خود تنگی میں گزارہ کر لیتے ہیں لیکن دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔

یہ تھی قرآن کریم کی وہ تعلیم جس کی درخشندہ و تابندہ، زندہ و پائندہ مظہر خود نبی اکرمؐ کی حیات طیبہ تھی۔ حضورؐ اپنے متبعین کو آہستہ آہستہ اس آخری منزل تک لا رہے تھے لیکن ان کے امیر کارواں ہونے کی جہت سے اپنی زندگی کو آپ نے شروع ہی سے اس نصب العین کا عملی پیکر بنا لیا تھا۔ یہی وہ حضورؐ کی زندگی تھی جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کے متبعین (اور ان کے بعد تمام نوع انسان) کے لئے اسوۂ حسنہ قرار دیا تھا۔ امام (آگے چلنے والے) کی زندگی ہونی ہی ایسی چاہئے جو اس کے متبعین کے لئے نمونہ بن سکے۔

ان تصریحات کی روشنی میں آپ غور فرمایئے کہ اسلام کی تعلیم اور حضورؐ کی حیات طیبہ میں کوئی ایسا تخالف رہتا ہے جس کے لئے ہمیں وہ دلائل تراشنے پڑیں جن کا ذکر شروع میں کیا جا چکا ہے۔۔۔ یعنی یہ کہ عام مسلمانوں کے لئے الگ احکام تھے اور حضورؐ کے لئے الگ۔ یا یہ کہ حضورؐ کی زندگی مثالی تھی جس تک کوئی غیر از نبی پہنچ ہی نہیں سکتا۔ وغیرہ وغیرہ۔ حضورؐ کی حیات طیبہ، حقیقی اسلام کا آئینہ تھی اور ایک ایسا نمونہ جس کے مطابق ہر انسان اپنی زندگی ڈھال سکتا ہے بشرطیکہ وہ نظام قائم ہو جائے جو دین کا مقصود و مطلوب ہے۔ آپؐ کی زندگی ہمارے مروجہ اسلام کے نقشے میں اس لئے فٹ نہیں بیٹھتی کہ یہ اسلام خود ہمارا اپنا وضع کردہ ہے۔ وہ اسلام نہیں جسے نبی اکرمؐ نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا اور جو آج قرآن کے اندر محفوظ ہے۔ وہ حقیقی اسلام، جس کی آئینہ دار حضورؐ کی زندگی تھی، اس (مروجہ) اسلام میں کس طرح تبدیل ہوا اسے ایک مثال سے سمجھا جا سکے گا۔ ہم قرآن کریم کی اس آیت کو دیکھ چکے ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ "دولت جمع کرنے والوں کو دردناک عذاب سے آگاہ کر دو۔" اس سلسلہ میں ابو داؤد کی روایت ہے جس میں کہا گیا ہے کہ

"ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ(9:34) جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور اسے خدا کی راہ میں کھلا نہیں رکھتے۔ اے رسول! تو انہیں دردناک عذاب سے آگاہ کر دے"۔ تو مسلمانوں پر اس کا خاص اثر ہوا یعنی انہوں نے اس حکم کو گراں خیال کیا۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں سے کہا کہ میں تمہاری اس فکر کو دور کر دوں گا اور اس مشکل کو حل کروں گا۔ پس عمرؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا نبی اللہ ! یہ آیت آپ کے صحابہؓ پر گراں ہوئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ خداوند تعالیٰ نے زکوٰۃ اس لئے فرض کی ہے کہ وہ تمہارے باقی مال کو پاک کر دے اور میراث کو اس لئے فرض کیا ہے کہ جو لوگ تمہارے بعد رہ جائیں ان کو مال مل جائے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ کا یہ بیان سن کر عمرؓ نے جوش مسرت سے اللہ اکبر کہا۔ اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ میں تم کو ایک ایسی بہترین چیز کا پتہ نہ دوں جس کو انسان جمع

کر کے خوش ہو اور وہ چیز نیک بخت عورت ہے۔ اس کی طرف مرد دیکھے تو اس کا دل خوش ہو۔ اور جب مرد اس کو کوئی حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے اور جب وہ غائب ہو تو اس کے مال و اولاد کی حفاظت کرے۔"

(ابوداؤد)' (مشکوٰۃ جلد اول۔ اردو ترجمہ' ص 309)

یہ روایت زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ یہ وضع کردہ ہے۔ یہ کبھی تصور میں بھی آسکتا ہے کہ خدا کا ایک حکم ہو اور صحابہؓ پر وہ گراں گزرے؟ پھر ان میں سے (کوئی اور بھی نہیں) حضرت عمرؓ اس حکم کو بدلوانے کے لئے رسول اللہؐ کے پاس جائیں اور رسول اللہؐ خدا کے اس حکم کو یوں بدل دیں کہ اگر تم ڈھائی فیصد سالانہ ادا کر دو تو تمہیں اجازت ہے کہ سونے چاندی کے ڈھیر جمع کرتے رہو یا حضورؐ، صحابہؓ کو تو یہ حکم دیتے (کہ دولت جمع کرتے رہو۔ اس میں سے صرف زکوٰۃ نکال دیا کرو) اور خود قرآن کی آیت پر ہی عمل پیرا رہتے۔۔۔ یعنی ایک پائی بھی جمع نہ کرتے؟ روایت کا انداز بتا رہا ہے کہ یہ ہمارے دور ملوکیت کی وضع کردہ ہے۔ جب سرمایہ داری مسلمانوں میں عام ہو گئی تھی۔ ہمارا مروجہ اسلام اسی قسم کی روایات پر مشتمل ہے۔ اس اسلام اور حضورؐ کی زندگی میں باہمی تضاد کا ہونا لازمی ہے۔ جب یہ تضاد ہمارے سامنے آتا ہے تو بجائے اس کے کہ ہم یہ کہیں کہ ہمارے اس اسلام میں کوئی نقص ہے جو یہ حضورؐ کی حیات طیبہ کے مطابق نہیں' ہم اس اسلام کو سچا اسلام قرار دے دیتے ہیں اور حضورؐ کی زندگی کے متعلق اس قسم کی بار و توجیہات پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں بلکہ اکثر و بیشتر اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے۔ ایک طرف اس مروجہ اسلام کا بھی پرچار کرتے رہتے ہیں اور دوسری طرف اپنے وعظ اور میلاد کی مجالس میں حضورؐ کی سیرت کو بھی پیش کرتے رہتے ہیں۔ چونکہ سیرت نبویؐ کے تذکرہ سے مقصود یا تو گرمی محفل ہوتا ہے یا حصول ثواب' اس لئے ہم اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے کہ کبھی کھڑے ہو کر سوچیں کہ جس اسلام پر ہم کاربند ہیں اس میں اور حضورؐ کی سیرت میں تضاد کیوں ہے؟ اس کی ضرورت اس صورت میں پڑتی اگر ہم نے حضورؐ کی سیرت کو اپنے لئے واقعی اسوہ حسنہ (بہترین نمونہ) قرار دینا ہوتا۔ اب ذرا ان واعظوں اور لیکچراروں کی زندگی پر غور کیجئے جنہوں نے مہینہ بھر' صبح و شام ہمیں یہ بتایا تھا کہ حضورؐ کی زندگی ایسی تھی کہ آپؐ نے نہ ایک پیسہ جمع کیا نہ کوئی جائداد کھڑی کی اور نہ ہی کچھ ترکہ چھوڑا۔ اور پھر دیکھئے کہ کیا ان کی اپنی زندگی میں حضورؐ کے اس اسوہ حسنہ کی کوئی جھلک نظر آتی ہے۔ جب آپ ان سے یہ سوال کریں گے کہ آپ نے اس قدر دولت کیوں جمع کر رکھی ہے اور اتنی اتنی بڑی جائدادیں کیوں کھڑی کر رکھی ہیں' تو وہ نہایت دھڑلے سے کہہ دیں گے کہ شریعت حقہ اس کی پوری پوری اجازت دیتی ہے۔ دولت جمع کرنا خلاف اسلام نہیں۔ آپ غور کیجئے کہ یہ کیسا کھلا ہوا تضاد ہے جسے ہم اس طرح بے محابا دنیا کے سامنے پیش کرتے چلے آرہے ہیں اور کتنا بڑا فریب ہے جس میں ہم اپنے آپ کو مبتلا رکھے ہوئے ہیں۔ اگر حضورؐ کا اسوہ حسنہ دنیا کے لئے بہترین نمونہ ہے تو اس کی رو سے دولت جمع کرنے اور جائدادیں بنانے کی گنجائش کہاں ہے' اور اگر دولت جمع کرنا اور جائدادیں بنانا عین مطابق اسلام ہے تو پھر اس کے خلاف نہج زندگی کو ہم دنیا کے سامنے بطور نمونہ کیسے پیش کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم ہیں کہ یہ بھی کرتے ہیں اور وہ بھی۔ ہم دنیا کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں کہ وہ بہترین دین ہے اور اس میں دولت جمع کرنے اور جائدادیں بنانے کی کھلی چھٹی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہم دنیا سے یہ بھی کہتے ہیں کہ حضورؐ کی حیات طیبہ' انسانیت کے لئے بہترین نمونہ ہے اور اس بہترین نمونہ میں نہ دولت جمع کرنے کی کہیں گنجائش ہے اور نہ جائدادیں کھڑی کرنے کی۔ ہم یہ دونوں (متضاد) باتیں بیک زبان کہتے چلے جاتے ہیں اور کبھی نہیں سوچتے کہ دنیا اس کے متعلق کیا کہتی ہے اور ہم اسے کس نہج زندگی کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

یاد رکھئے جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے دنیا میں معاشرتی مفاسد کی ایک بنیادی وجہ ذاتی جائداد کا وجود ہے۔ مفاد پرست طبقہ

نے اس کے جواز میں عجیب عجیب دلائل وضع کر رکھے ہیں اور صدیوں کے پراپیگنڈہ سے عوام کے ذہن میں یہ باطل مفروضہ جاگزیں کر رکھا ہے کہ یہ چیز عین مطابق فطرت ہے۔ اس کے بغیر معاشرتی زندگی کا کاروبار چل ہی نہیں سکتا۔ نظام سرمایہ داری کی ساری عمارت اسی مفروضہ پر قائم ہے۔ (حضرات انبیاء کرامؑ کی دعوت کے علاوہ) اس غلط مفروضہ کے خلاف وقتاً فوقتاً کوششیں ہوتی رہیں۔ ان کوششوں کی آخری کڑی کیمونزم کی شکل میں ہمارے سامنے آئی۔ لیکن ان میں سے کوئی کوشش بھی اس باب میں کامیاب نہ ہو سکی۔ (نہ ہی کیمونزم کامیاب ہوئی ہے۔ اس لئے کہ انہیں کوئی ایسا جذبہ محرکہ نہیں مل سکا جس کی رو سے ایک فرد جان مار کر محنت کرے اور اپنی محنت کے ماحصل کو بطیّب خاطر نوع انسان کی عالمگیر نشوونما کے لئے وقف کر دے) قرآن کریم اس باطل معاشرتی نظام کے خلاف آسمانی انقلاب کی دعوت لے کر آیا اور نبی اکرمؐ نے اس انقلاب کو عملاً متشکل کر کے دکھا دیا کہ ایسا معاشرہ کس طرح ممکن العمل ہے۔ حضورؐ کی حیات طیبہ اسی نظام کی عملی تفسیر ہے۔ بعد میں ہمارے ہاں بھی وہی باطل نظام رفتہ رفتہ عود کر آیا۔ اسے اپنی کامیابی کے لئے یہ ضروری نظر آیا کہ ہمارے اولیں دور کی تاریخ کو (جب صحیح آسمانی انقلاب عمل میں آیا تھا) مسخ کر دے۔ ایسا کرنا کچھ مشکل نہیں تھا۔ اس لئے کہ ہماری تاریخ مرتب ہی اس دور میں ہوئی تھی جب مسلمانوں کی گاڑی دوسری پٹڑی پر جا پڑی تھی۔ چنانچہ اس تاریخ کی رو سے یہ دکھایا گیا کہ خود صحابہؓ کے زمانہ میں (معاذ اللہ) کتنے بڑے بڑے سرمایہ دار موجود تھے۔ لیکن غنیمت ہے کہ یہ تاریخ، نبی اکرمؐ کی حیات طیبہ کے اس گوشے کو مسخ نہ کر سکی۔ اس کی شاید ضرورت بھی نہ سمجھی گئی، کیونکہ حضورؐ کے متعلق یہ عقیدہ عام کر دیا گیا کہ آپؐ کی زندگی ایک رسول کی زندگی تھی جس کی نظیر اور مثال نہیں مل سکتی۔ اس لئے دوسرے مسلمانوں کے لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ حضورؐ کی زندگی کی تقلید کر سکیں۔ اس طرح وہ نیا اسلام وجود میں آگیا جس کی رو سے دولت کے حدود فراموش انبار جمع کرنا اور آسمان بوس ذاتی جائدادیں کھڑی کرنا عین مطابق شریعت حقہ قرار پا گیا۔ یہی اسلام ہمارے ہاں اس وقت تک مروج چلا آرہا ہے۔ اس اسلام کی صداقت کو اس طرح ذہنوں میں راسخ کر دیا گیا ہے کہ آج اگر کوئی شخص یہ کہے کہ صحیح اسلام کی تصویر وہ ہے جو نبی اکرمؐ کی حیات طیبہ میں جگمگاتی نظر آرہی ہے تو اس کے متعلق مشہور کر دیا جاتا ہے کہ وہ "کیمونسٹ" ہے اور ایسا کہنے والے کبھی اتنا نہیں سوچتے کہ ان کے اس اعتراض کی زد کہاں جا کر پڑتی ہے؟ یعنی خود نبی اکرمؐ کی ذات گرامی پر۔

لیکن ان حربوں سے آسمانی انقلاب کی رو رک نہیں سکتی۔ وہ انقلاب آکر رہے گا۔ خدا کے عطا فرمودہ ابدی حقائق قرآن کریم کی دفتین میں ہمیشہ کے لئے محفوظ ہیں اور ان کی عملی تفسیر حضور نبی اکرمؐ کی سیرت طیبہ میں جھلمل جھلمل کر رہی ہے۔۔۔ وہ زندگی جو ہمیں پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ انسان کو صحیح امن و اطمینان کی زندگی صرف اس معاشرہ میں نصیب ہو سکے گی جس میں نہ کسی فرد کو کچھ جمع کرنے کی ضرورت ہو گی نہ جائدادیں کھڑی کرنے کی حاجت۔ اس میں ہر فرد پوری پوری محنت کریگا اور اپنی محنت کے ماحصل کو، اپنے دل کی پوری رضا مندی سے، نوع انسان کی عالمگیر نشوونما کے لئے عام کر دے گا۔ نوع انسان اس وقت جس جہنم میں جھلس رہی ہے، اس سے نکلنے کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ وہ اس ذاتؐ گرامی کی سیرت طیبہ کو بطور نمونہ اپنے سامنے رکھے جسے رسول کافتہ للناس بنا کر بھیجا گیا تھا۔ جب دنیا نے حضورؐ کی زندگی کو اپنے لئے اسوۂ حسنہ قرار دے لیا تو اس وقت اس کی سمجھ میں یہ بات بھی آجائے گی کہ حضورؐ کس طرح "رحمتہ للعالمین" ہیں۔۔ یعنی تمام نوع انسان کے لئے نشوونما کا موجب۔ اس سے انسان کو صحیح جنت کی زندگی میسر آئے گی۔۔۔ اس دنیا میں بھی اور اس کے بعد بھی۔۔۔ ذرا غور کیجئے۔ "ہبوط آدم" (یعنی انسان کے پست سطح پر گر جانے) سے پہلے کی زندگی کو قرآن نے جنت کی زندگی سے تعبیر کیا ہے

جس کی خصوصیت یہ بتائی ہے کہ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا (2:35)۔جہاں سے کسی کا جی چاہے بافراغت کھائے پیئے۔ اس میں کسی کی ذاتی ملکیت کا کوئی سوال ہی نہ تھا اور اس کے بعد کی زندگی میں جس جنت کا ذکر ہے اس میں بھی سامان زیست کی بے حد فراوانیاں ہیں لیکن کسی کی ذاتی ملکیت کا کوئی ذکر نہیں کہ اس کی حدود کے اندر کوئی دوسرا قدم نہ رکھ سکے۔ وہاں کی کیفیت یہ ہو گی کہ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ (39:74) جہاں کسی کا جی چاہے رہے۔۔ یعنی ایک ایسی اجتماعی زندگی جس کی خوش حالیوں اور کامرانیوں میں ہر فرد برابر کا شریک ہو اور کسی مقام پر بھی "ذاتی ملکیت" کی لکیریں کھنچی ہوئی نہ ہوں۔ اس جنت کی طرف جانے کا صرف ایک راستہ ہے اور یہ وہ راستہ ہے جس پر اس ذاتِ گرامی کی حیات طیبہ کے نقوش قدم درخشندہ ستاروں کی طرح جگمگا رہے ہیں جس نے ساری عمر ایک پیسہ جمع نہیں کیا اور وفات کے وقت ایک دینار تک گھر میں رکھنا گوارا نہیں کیا۔

یاد رکھئے! رسولؐ اللہ کی یہ زندگی ایک تارک الدنیا راہب' ایک خانقاہ نشین صوفی یا ایک بن باسی سنیاسی کی زندگی نہیں جو اپنی کمائی میں سے دوسروں کو دینا تو ایک طرف خود اپنی روٹی کے لئے بھی دوسروں کے محتاج ہوتے ہیں۔ حضورؐ نے دنیا حاصل کی اور بھرپور طور پر حاصل کی۔ آپؐ کی ساری زندگی مسلسل تگ و تاز اور پیہم سعی و عمل میں گزری جس سے ایک وسیع و عریض مملکت وجود میں آگئی۔ آپؐ اس مملکت کے اولین سربراہ اور مختار کل تھے لیکن یہ مملکت غریبوں اور محتاجوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے متشکل کی گئی تھی نہ کہ بڑے بڑے امراء و رؤسا پیدا کرنے کے لئے۔ یہ مملکت' خدا کے نظام ربوبیت کو قائم کرنے کا ذریعہ تھی جس کا نمونہ خود حضورؐ کی حیات طیبہ تھی۔۔۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ اس نہج کی زندگی حضورؐ کے رفقاء کرامؓ کی بھی تھی' اس لئے کہ ہو نہیں سکتا کہ خدا انہیں "مومن حقا" کہے' انہیں والذین معہ' کہہ کر پکارے' اور ان کی زندگی حضورؐ کی زندگی سے مختلف ہو۔ ان سب کی زندگی ویسی ہی تھی۔ اس نظام میں ہر ایک کی زندگی کا نہج یہی ہونا چاہئے تھا۔

نہ ہی حضورؐ کی یہ زندگی ایک کمیونسٹ کی زندگی تھی جس کی بنیاد نفرت اور انتقام پر ہوتی ہے اور جس کے سامنے' انسان کی حیوانی سطح سے بلند' زندگی کا کوئی نصب العین نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب اس کے سینے میں نفرت اور انتقام کی آگ بجھ جاتی ہے تو اس کے سامنے کوئی جذبہ محرکہ ایسا نہیں رہتا جو اسے اس نہج کی زندگی بسر کرنے پر آمادہ کر سکے۔

یہ زندگی تھی ایک ایسے انسان کی جو اپنے پروگرام کو مستقل اقدار حیات کی مثبت بنیادوں پر استوار کرتا' اور جو دوسروں کی پرورش میں اپنی ذات کی نشوونما کا سامان پاتا ہے۔ اس کی زندگی' اسلام کی صحیح تفسیر ہوتی ہے جس میں دولت جمع کرنے اور جائدادیں کھڑی کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نوع انسان کو بالآخر اس اسلام کی طرف آنا ہے۔ اس میں دیر اس لئے ہو رہی ہے کہ بدقسمتی سے خود مسلمان اس کے راستے میں سنگ گراں بن کر حائل ہے اور اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ اسلام یہ نہیں تو اس سے پوچھئے کہ پھر حضورؐ کی حیات طیبہ کے متعلق اس کا کیا خیال ہے؟ وہ اسلام کی صحیح تصویر تھی یا نہیں؟

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے (قرآن کے علاوہ کوئی بات نہ لکھو اور جس نے قرآن کے علاوہ کچھ اور لکھ لیا ہو وہ اسے مٹا دے۔

(مسلم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بشیر احمد عابد (کویت)

قرآن حکیم اور ہماری ذمہ داریاں

اہل لغت نے لفظ اسلام کے جو بنیادی مفاہیم متعین کیے ہیں ان کے مطابق اسلام اس نظام حیات کا نام ہے کہ جس سے انسان کی تمام کمیاں پوری ہو جائیں اور اس کی صلاحیتیں پوری پوری نشوونما پا لیں۔ جس میں وہ زندگی کی تباہیوں اور بربادیوں سے محفوظ رہے' اور اپنی ارتقائی منازل طے کرتا ہوا بلندیوں کی طرف بڑھتا چلا جائے۔ وہ خود اپنی ذات میں بھی امن و سلامتی اور صلح و آشتی سے رہے اور ساری دنیا میں امن و سلامتی قائم کرنے کا موجب بھی ہو۔ وہ سفر زندگی میں دوسرے افراد معاشرہ کے ساتھ پوری ہم آہنگی سے چلے اور کوئی حرکت ایسی نہ کرے جس سے کوئی دوسرا مشتعل ہو اور اس طرح معاشرے کا نظام خراب کر دے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ انسان قوانین خداوندی کی پوری پوری اطاعت کرے اور ان کے سامنے اپنا سر ہی نہیں بلکہ دل بھی جھکا دے اور یہ کچھ پورے پورے اعتدال اور توازن سے کرے۔ افراط و تفریط سے کام نہ لے۔ اس طرح اس کی کوششیں ثمربار ہو جائیں گی اور اس کا کوئی عمل رائیگاں نہیں جائے گا۔ اور اس کی اپنی ذات میں بھی حسن و توازن پیدا ہو جائے گا اور پورے معاشرے میں بھی۔ یہ ہے وہ نظام حیات جس کے متعلق کہا کہ جو قوم بھی اس نظام کے خلاف کوئی اور نظام اختیار کرے گی وہ اس قسم کے نتائج سے قطعاً" بہرہ اندوز نہیں ہو سکے گی اور اسے آخرالامر نقصان اٹھانا پڑے گا۔ یہ نظام حیات دراصل قرآن حکیم کے اتباع کا دوسرا نام ہے۔

قرآن حکیم خدا کی آخری کتاب اور نوع انسان کے لئے واحد اور مکمل ضابطہ حیات ہے۔ یہ ایسے ابدی حقائق پر مشتمل ہے جن پر زمانہ کے تغیرات اثر انداز نہیں ہو سکتے اور جو اس قدر عالمتاب اور ہمہ گیر ہیں کہ زندگی کے ہر شعبے اور تاریخ کے ہر دور میں انسانی فکر کی امامت کرتے ہیں۔ ان میں سیرت و کردار کی تعمیر کے لئے اقدار بھی ہیں اور انسان کی مضمر صلاحیتوں کی نشوونما کے اصول بھی۔ ان میں سماجی استحکام اور خوشحالی کے قوانین بھی ہیں اور اقوام کے عروج و زوال کے اسباب بھی۔ یہ سب اصول و قوانین اور قواعد و ضوابط اللہ تعالیٰ کے بسیط علم پر مبنی ہیں۔ ان کے مطابق جو بھی معاشرہ متشکل ہو گا وہ نہایت مستحکم' خوشحال اور ترقی یافتہ ہو گا۔ اس معاشرے میں انسانوں کو ضروریات زندگی کیلئے جگر پاش مشقتیں اٹھانی نہیں پڑیں گی۔ انہیں محنت کا بھرپور معاوضہ ملے گا اور وہ خوف و حزن سے مامون ہوں گے۔ ان کی یہ کیفیت اس دنیا میں بھی ہو گی اور آخرت میں بھی انہیں ایسا ہی حسین صلہ ملے گا۔ اس کے برعکس جو لوگ قرآن حکیم کے اصول و اقدار اور قواعد و ضوابط سے اعراض برتیں گے تو ان کا معاشرہ صحیح خطوط پر کبھی متشکل نہیں ہو سکے گا۔ ان کی زندگی بڑی کٹھن ہو گی اور وہ طرح طرح کے فتنوں' فسادات اور ناہمواریوں کا شکار ہوں گے۔ انہیں اس جہنم سے نکلنے کی کوئی راہ دکھائی نہیں دے گی اور یہ بات کسی خاص قوم سے مخصوص نہیں۔ یہ خدا کا غیر متبدل قانون ہے کہ جو قوم بھی غلط راستہ اختیار کرتی ہے' اس کا انجام ایسا ہی ہوتا ہے۔ قرآن حکیم نے ان اقوام کا ذکر بھی کیا ہے جنہوں نے ان اقدار کے

مطابق معاشرہ قائم کر کے زندگی کو امن و سلامتی اور خوشیوں کا گہوارا بنا لیا اور ان کا بھی جنہوں نے ان سے انحراف کیا اور یوں المناک تباہیوں کا شکار ہوئیں۔ انہیں دنیا میں بھی ذلت و رسوائی اٹھانا پڑی اور آخرت میں بھی ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ خدا کے قانون مکافات کی زد سے کوئی چیز باہر نہیں رہ سکتی۔ وہ، جس طرح کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں چھپی ہربات کا علم رکھتا ہے، اسی طرح انسانوں کے دلوں کی گہرائیوں میں پوشیدہ خیالات تک سے بھی واقف ہے۔ وہ اسی قانون مکافات کی رو سے ایک قوم کو دوسری قوم کا جانشین بناتا ہے۔

جس قوم میں زندہ رہنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی اسے الگ کر دیا جاتا ہے اور اس کی جگہ وہ قوم آجاتی ہے جو عمدہ صلاحیتوں کی مالک ہوتی ہے۔ سو جو قوم اس کے قوانین سے انکار کر کے اپنی خود ساختہ روش پر چل نکلتی ہے، اسے اس کے تباہ کن نتائج بھگتنے پڑتے ہیں۔ صحیح روش سے انکار کا نتیجہ اس کے سوا کچھ اور ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ قوم انعامات خداوندی سے محروم رہے۔ چنانچہ جوں جوں وہ قوم اس روش میں آگے بڑھتی جاتی ہے، اس کے نقصانات میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

اس لئے کہ جو کچھ ہوتا ہے قانون خداوندی کے مطابق ہوتا ہے اور کسی میں اتنی قوت نہیں کہ اس کے قوانین کے نتائج میں ذرا سا بھی رد و بدل کر سکے۔ قرآن حکیم نے ان قوانین کی محکمیت کے ثبوت میں اقوام سابقہ کی سرگزشتیں پیش کرنے کے ساتھ ساتھ خارجی کائنات سے بھی دلائل دیئے ہیں۔ انسان سے کہا کہ ان قوانین کے غلبہ و قدرت کو دیکھنا ہو تو خارجی کائنات پر نگاہ ڈالو، اور دیکھو کہ اس نے اس قدر عظیم الجثہ اجرام فلکی کو جن میں خود زمین بھی شامل ہے، کس طرح اپنے قوانین کی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی اپنے مقام سے بال برابر ادھر ادھر نہیں ہٹتا۔ اگر ان میں سے کوئی اپنے مقام سے ہٹ جائے تو کوئی قوت ایسی نہیں جو اسے پھر اس کے اصلی مقام پر لے جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ قوانین خداوندی کی مخالفت کرتے ہیں یا ان سے اعراض برتتے ہیں، اس لئے نہیں کہ وہ ان میں کوئی غلطی دیکھتے ہیں بلکہ اس لئے کہ یہ قوانین انہیں ملک میں جور و استبداد اور سرکشی سے روکتے ہیں۔ اور ایسی تدابیر سے منع کرتے ہیں جو معاشرے میں ناہمواریاں پیدا کریں اور یہ لوگ اپنی اس روش کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ لیکن انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ناہمواریاں پیدا کرنے والی تدبیریں خود ان تدبیر کرنے والوں کو لے ڈوبا کرتی ہیں۔ قرآن حکیم کے مطابق اگر یہ لوگ اپنی اس روش سے باز نہ آئے تو ان کے ساتھ وہی کچھ ہو کر رہے گا جو کچھ اقوام سابقہ کے ساتھ ہوا ہے۔ اس لئے کہ خدا کا قانون اٹل ہے۔ نہ اس کی نتیجہ خیزی میں کوئی تبدیلی ہوا کرتی ہے اور نہ ہی ان کے نتائج کی سمت بدلا کرتی ہے۔ انسان یا انسانوں کی کوئی جماعت تو ایک طرف کائنات کی کسی شے میں بھی اتنی قوت نہیں کہ وہ خدا کے قوانین پر غالب آجائے اور اسے بے بس کر دے کہ وہ غلط روش پر چلنے والوں کی گرفت نہ کر سکے۔

حذر اے چیرہ دستاں! سخت ہیں فطرت کی تعزیریں۔۔ بس اتنی بات ہے کہ عمل اور اس کے نتیجے کے سامنے آنے میں مہلت کا وقفہ ہوتا ہے۔ ورنہ اگر ایسا نہ ہوتا اور عمل کا نتیجہ فوراً سامنے آجایا کرتا تو اس وقت صفحہ ارض پر ان قوانین کی خلاف ورزی کرنے والوں میں سے کوئی بھی باقی نہ رہتا۔ جب مہلت کا وقفہ پورا ہو جاتا ہے تو پھر نتائج کے برآمد ہونے میں ایک ثانیہ کا بھی (آگا پیچھا) نہیں ہوتا۔ اس تاخیر سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ انسانوں کے جرائم خدا کی نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں۔ اس کی نظروں سے کچھ بھی اوجھل نہیں ہو سکتا۔ وہ اپنے بندوں کے تمام اعمال پر نگاہ رکھتا ہے۔

اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو نظر آئے گا کہ دنیا میں جہاں بھی امن و خوشحالی کا دور دورہ ہے وہ ان ہی اصول و قوانین کا مرہون منت ہے جن کا تذکرہ قرآن حکیم میں ملتا ہے اور جہاں ان کی خلاف ورزی ہوتی ہے وہاں معاشرتی عدم استحکام اور اقتصادی بدحالی کا دور دورہ ہے۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم

حامل قرآن ہوتے ہوئے بھی ان اصول و اقدار کی فیوض و برکات سے محروم ہیں۔ ہم نے ان سے غفلت اور اغماض برت رکھا ہے۔ اس وقت کوئی بھی اسلامی ملک دکھائی نہیں دیتا جہاں قرآنی اصول و اقدار کی حکمرانی ہو۔ جہاں کہیں تھوڑا بہت عمل ہوتا ہے تو وہ بھی اتفاقاً" یا مصلحاً" ہوتا ہے۔ وہ کسی منظم حکمت عملی کا نتیجہ نہیں ہوتا۔ حالانکہ ان قوانین کی نگہداشت کرنا ہمارا جز و ایمان ہے۔ قرآن حکیم کی رو سے ان کی نگہداشت کا صحیح طریق یہ ہے کہ ان کے مطابق معاشرہ قائم کیا جائے اور پھر اس میں ان قوانین کا صبح و شام چرچا کیا جائے۔ ان پر عمل کو آسان بنایا جائے اور ان کی خلاف ورزی کا موثر سدباب کیا جائے۔ ارباب اقتدار کی ذمہ داری پرکھ کر وہ ان قوانین کے مطلوبہ نتائج کو یقینی بنائیں اور ایسے اقدامات کریں کہ لوگ ان کا برضا و رغبت اتباع کریں۔ لیکن ایسا کہیں نہیں ہو رہا۔ قرآن حکیم کی تلاوت پر خوب زور دیا جاتا ہے۔ قرآن کو سمجھ سوچ کر پڑھنے کی بھی خوب تلقین کی جاتی ہے لیکن قرآنی اصول و قوانین کی حکمرانی کا کہیں ذکر نہیں ہوتا۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ بات ہمارے حیطہ ادراک ہی میں نہیں۔ یہ اس غفلت اور کوتاہی کا نتیجہ ہے کہ قرآنی قوانین کی جگہ انسانوں کے خود وضع کردہ قوانین نے لے لی۔ اب اسلامی ممالک ہوں یا غیر اسلامی' سب کا ایک جیسا حال ہے۔ ہر جگہ انسانوں کے وضع کردہ قوانین رائج ہیں۔ اور یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ انسانوں کے وضع کردہ قوانین کبھی بھی انسانی مسائل و مشکلات کا حل پیش نہیں کر سکے۔ ان سے مطلوبہ سماجی یک جہتی اور اقتصادی خوشحالی حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ انسان فطرتاً" بڑا کمزور واقع ہوا ہے۔ وحی خداوندی کی رہنمائی کے بغیر یہ اپنے منفی جذبات پر بمشکل قابو پا سکتا ہے۔ یہ اپنی خواہشات اور پسند کے مطابق جو بھی قوانین بنائے گا ان میں اس کی فطری خامیاں اور کمزوریاں لازمی طور پر پائی جائیں گی۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہماری معاشرتی زندگی میں بے حسی' خود غرضی اور مفاد پرستی عام پائی جاتی ہے۔ یہاں بے سہاروں کو دھکے پڑتے ہیں اور مسکینوں کو دو وقت کی روٹی کی تلاش میں در در کی ٹھوکریں کھانا پڑتی ہیں۔ ہماری زندگی مختلف خانوں میں بٹ چکی ہے اور ان میں کوئی باہمی تعلق نہیں رہا۔ سیاست برائے سیاست' دولت برائے دولت اور مذہب برائے مذہب کے طور پر پریکٹس کیے جاتے ہیں۔ ان سے مطلوبہ معاشرتی استحکام اور اقتصادی خوشحالی حاصل نہیں ہو رہی۔ ان میں کوئی قدر مشترک نہیں سوائے خود غرضی اور مفاد پرستی کے۔ انسان کے مفاد پرستانہ جذبات اس کی اس روش کو نہایت خوشنما بنا کر دکھاتے ہیں اور وہ ان کے فریب میں آکر سمجھنے لگ جاتا ہے کہ اس کی راہ فی الحقیقت بڑی حسین راہ ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ صحیح راستے کا معیار یہ نہیں کہ اس راستے پر چلنے والا اسے بزعم خویش صحیح سمجھتا ہے۔ صحیح اور غلط کا تعین ہدایت خداوندی کے مطابق ہوتا ہے۔ قرآن حکیم نے یہ دونوں راستے واضح کر دیئے ہیں۔ اب جس کا جی چاہے صحیح راستہ اختیار کرے' جو چاہے غلط راہ پر چل نکلے۔ لیکن یہ بات یاد رہے کہ انسان اپنے وضع کردہ قوانین سے کبھی زندگی کی حقیقی لذتوں اور مسرتوں سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اسے اخروی زندگی میں فلاح و کامرانی نصیب ہو گی۔ زندگی کی صحیح نمود خدا کے قانون کے مطابق چلنے سے ہی ممکن ہے۔ جس طرح زمین مردہ کو بارش کی نمی سے ازسرنو زندگی ملتی ہے اسی طرح وحی کا سحاب کرم جب انسان کی کشت ویران کو سیراب کرتا ہے تو اسے بھی حیات نو مل جاتی ہے۔ لہٰذا' جو قوم قوت و غلبہ اور عزت و تکریم کی حیات تازہ حاصل کرنا چاہے تو اسے قوانین خداوندی کا اتباع کرنا ہو گا کیونکہ غلبہ اور قوت صرف اور صرف ان قوانین کی رو سے حاصل ہوتا ہے۔

عروج و ارتقاء کیلئے دو چیزیں ضروری ہوتی ہیں۔ ایک تو ایسا نظریہ حیات (آئیڈیالوجی) جس میں بڑھنے' پھولنے پھلنے اور خوشگوار نتائج پیدا کرنے کی صلاحیت ہو' اور دوسرے وہ صلاحیت بخش اعمال جو اس نظریہ کو اوپر اٹھائیں۔ قرآن حکیم یہ دونوں چیزیں (صحیح نظریہ زندگی اور صلاحیت بخش اعمال) عطا

کرتا ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ انسانی معاشرہ کو اس کی تعلیم کے مطابق متشکل کیا جائے۔ ہم نے پاکستان اسی مقصد کے لئے مانگا تھا کہ یہاں قرآنی اصول و اقدار کی حکمرانی قائم کریں گے کیونکہ اس کے بغیر نہ خدا کی کامل عبودیت اختیار کی جا سکتی ہے اور نہ شرک سے اجتناب ممکن ہے۔ سورہ نور میں ہے کہ خدا نے تم سے حکومت کا وعدہ کر رکھا ہے تاکہ تم اس کی عبودیت اختیار کر سکو اور شرک سے بچ سکو (24:55)۔ جب نبی اکرم ﷺ نے اپنی دعوت کا آغاز کیا تو قبیلہ بنی عامر کا ایک بہت بڑا سردار آپ کے پاس آیا اور اس دعوت کے مقاصد کے متعلق وضاحت چاہی۔ آپ کی وضاحت پر اس نے پوچھا کہ اگر میں ان امور کا پابند ہو گیا تو مجھے کیا ملے گا۔ آپؐ نے فرمایا جنت! اس نے کہا کہ یہ بعد کی بات ہے' میں یہاں کے متعلق معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ اس دنیا میں فتوحات اور حکومت حاصل ہو گی (الکامل)۔ اسلام کے نظام حیات بننے کا تقاضا یہ تھا۔ اسی کے پیش نظر علامہ اقبالؒ نے پاکستان کا تصور پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ:

"اس سے اسلام اپنی تعلیم اور ثقافت کو پھر سے زندگی اور حرکت عطا کر سکے گا اور انہیں عصر حاضر کی روح کے قریب تر لانے کے قابل بنا سکے گا۔" (خطبہ الہ آباد)

اس سے بھی پہلے' انہوں نے اپنے خطبات میں اس حقیقت کی وضاحت کر دی تھی کہ:

"اسلامی نقطہ نگاہ سے مملکت اس کوشش کا نام ہے جس کی رو سے اسلام کے مثالی تصورات کو زمان و مکان کی قوتوں میں منتقل کیا جاتا ہے۔ یہ درحقیقت ان بلند تصورات کو انسانی ہیئت اجتماعیہ میں منتقل کرنے کا نام ہے۔"

اس مملکت میں عبادت نام ہوتا ہے قوانین خداوندی کی محکومیت اختیار کرنے کا اور شرک سے مفہوم ہوتا ہے انسانوں کے خود ساختہ احکام و قوانین کی اطاعت۔ اس میں سب لوگ مل جل کر جدوجہد کرتے ہیں' ایک ایسے معاشرے کے قیام کے لئے جس میں ان احکام و قوانین کو نافذ کیا جائے جنہیں قرآن صحیح تسلیم کرتا ہے اور ان امور سے قانوناً روکا جائے جنہیں وہ مذموم قرار دیتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں علامہ اقبالؒ نے لکھا تھا کہ:

"اسلام تخت و تاج سے وفا شعاری کا مطالبہ نہیں کرتا۔ وہ صرف خدا کے قوانین سے عہد وفا استوار کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔" (خطبات)

اور قائداعظمؒ نے کہا تھا کہ:

"اسلامی حکومت میں اطاعت اور وفا کیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے جس کی تعمیل کا عملی ذریعہ قرآن حکیم کے احکام و قوانین ہیں۔ اسلام میں اصلاً نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے' نہ پارلیمان کی' نہ کسی اور شخص کی یا ادارہ کی۔ قرآن حکیم کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کے حدود متعین کرتے ہیں۔ اسلامی حکومت دوسرے الفاظ میں قرآنی اصول و احکام کی حکمرانی ہے اور حکمرانی کے لئے آپ کو لامحالہ علاقہ اور مملکت کی ضرورت ہوتی ہے" (حیدر آباد دکن)۔

یہ ہے ایک اسلامی مملکت کی تخلیق و تشکیل کی وجہ جواز اور یہ تھی وہ بنیاد جس پر مطالبہ پاکستان کی عمارت استوار کی گئی تھی اور جس کے لئے اس مملکت کو حاصل کیا گیا تھا۔ یعنی قرآنی اصول و قوانین کی حکمرانی۔ لہٰذا' آپ قرآن حکیم کی تلاوت ضرور کریں' اس کے مفاہیم کو سمجھنے کی کوشش بھی کریں لیکن آپ کا بنیادی فریضہ قرآنی احکام و قوانین کے مطابق معاشرہ قائم کرنا ہے۔ ہمیں اس کے قیام کے لئے دن رات جدوجہد کرنی ہے اور جب تک یہ معاشرہ قائم نہیں ہوتا ہم نے قرآنی اصول و اقدار کی ہر حال میں حفاظت و نگہداشت کرنی ہے۔ اگر ہم ان فرائض سے غفلت برتیں گے اور انہیں ذمہ داری کے ساتھ ادا نہیں کریں گے تو ہم قرآن حکیم کی فیوض و برکات اور نعمائے خداوندی سے محروم رہیں گے۔

کیا عجب! میری نوا ہائے سحر گاہی سے
زندہ ہو جائے وہ آتش کہ تری خاک میں ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پروفیسر بشیر احمد منگی

فرائض رسالت

تاریخ انسانیت اس پر گواہ ہے کہ انسان تنہا عقل سے اپنے مسائل حل نہیں کر سکتا! عقل جذبات کے تابع ہوتی ہے۔ ہر انسان اور ہر قوم کے اپنے جذبات اور خواہشات ہوتی ہیں جن کے باہم متصادم ہونے سے انسانیت کا شیرازہ بکھر کر رہ جاتا ہے۔

علم کی دنیا میں فرائڈ کا بڑا نام ہے۔ اس نے مختلف مجرموں کی تحلیل نفسی کی اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ ان مجرمین نے ایسے عقائد وضع کر رکھے ہوتے ہیں جو ان کے جرائم کیلئے وجوہات مہیا کرتے رہتے ہیں۔ اسی بنا پر یہ مجرمین اپنے آپ کو مجرم سمجھتے ہی نہیں۔ فرائڈ ان تجربات کے بعد اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ عقل ان عقائد کیلئے جو ہم رکھنا چاہیں دلائل فراہم کر دیتی ہے۔ عقل اور جذبات پر بحث کرتے ہوئے اوسپنسکی (Ouspensky) لکھتا ہے کہ ''عقل کبھی جذبات پر غالب نہیں آسکتی۔ ایک جذبہ کو دوسرا جذبہ ہی مغلوب کر سکتا ہے''۔

جوڈ کا کہنا ہے کہ انسان کی عقل اس کے جذبات کے تابع اسی طرح چلتی ہے جس طرح کتے کے پاؤں اس کی ناک (سونگھنے کی قوت) کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔

اس مختصر سی بحث کے بعد یہ نتیجہ نکالنا مشکل نہیں کہ تنہا عقل انسانی' انسان کے مسائل کو حل نہیں کر سکتی۔ لیکن ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ علم کا ایک اور ذریعہ بھی ہے جو جذبات کے تابع نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی اس میں غلطی کا احتمال ہے اور وہ ہے خدا کی طرف سے ملا ہوا علم جسے وحی کہا جاتا ہے۔ یہ وحی' انبیاء کے توسط سے انسانوں کو ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانی رہنمائی کے لئے دنیا کے ہر خطے میں اپنے پیامبر بھیجے جو انسانوں کو وحی پہنچاتے تھے اور اس کے مطابق حکومت قائم کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ان پیامبروں کو رسول کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے یہ رسول اپنا ذاتی پیغام پیش نہیں کرتے تھے بلکہ ان کو اپنے رب کی طرف سے جو پیغام ملتا تھا اس کو پیش کرتے تھے۔ خدا کی طرف سے وحی ملنے کو ''نبوت'' کہا جاتا ہے اور اس پیغام کو دوسروں تک پہنچانے کو ''رسالت''۔ واضح رہے کہ نبوت اور رسالت میں فرق نہیں ہے۔ نبی کو جو پیغام خدا کی طرف سے ملتا ہے وہ اس کو بالکل اسی طرح دوسرے انسانوں تک پہنچانے میں مکلف ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مختلف اقوام اور خطوں میں مختلف اوقات میں انبیائے کرام کو مبعوث کیا۔ جو ان کو خدا کا پیغام پہنچاتے تھے اور نہ صرف پہنچاتے تھے بلکہ اس امر کی بھی کوشش کرتے تھے کہ اس نظام کو نافذ کر کے دنیا کو دکھایا جائے۔ ان انبیاء علیہم السلام کے چلے جانے کے بعد لوگ اس پیغام کو بھول جاتے اور مفاد پرست اور دوسروں کی محنت پر پلنے والے افراد اس میں تحریف کر ڈالتے۔ اس کے بعد' اس قوم میں ایک اور نبی آتا اور ان کو پھر راہ راست پر چلانے کی کوشش کرتا۔ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا۔ تاآنکہ مشیت خداوندی نے یہ طے کیا کہ اب ایک ایسا ضابطہ حیات بذریعہ وحی نازل کر دیا جائے جو تمام انسانوں کیلئے قیامت تک کیلئے زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی کیلئے کافی ہو۔ یہ ضابطہ حیات قرآن کریم ہے جو

حضور نبی اکرم ﷺ کو عطا ہوا۔ اس ضابطہ کے متعلق خود خدائے تعالیٰ نے یہ فرما دیا کہ "تیرے رب کی باتیں صدق اور عدل کے ساتھ تکمیل تک پہنچ گئیں۔ اب انہیں تبدیل کرنے والا کوئی نہیں" (6:116)۔

ان انبیائے کرام کے ذمے اللہ تعالیٰ نے مختلف فرائض سونپے۔ یہاں پر ان فرائض میں سے اہم کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

وحی کا پہنچانا:۔ ہر نبی کو جو تعلیم بذریعہ وحی سے ملتی تھی، وہ اس کو مخصوص و محدود نہیں رکھتا تھا بلکہ اس کے ذمے سب سے اہم اور پہلا کام یہ تھا کہ وہ اس پیغام کو جوں کا توں دوسروں تک پہنچائے۔ نبی اکرم ﷺ کو کہا گیا کہ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ (5:67) اے رسول! جو تیرے رب کی طرف سے تیری طرف نازل کیا گیا ہے وہ پہنچا دے۔ اس آیت سے واضح ہے کہ رسول کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ پیغام خداوندی کو دوسروں تک پہنچائے۔

قرآن کریم کے بارے میں کہا گیا ہے کہ هَٰذَا بَلَاغٌ لِلنَّاسِ (14:52) یہ لوگوں کے لئے ایک پیغام ہے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ قرآن حکیم ہی پیغام خداوندی ہے اور اس پیغام کو پہنچانے والا رسولؐ۔ دوسری جگہ فریضہ رسالت کو اس طرح بیان کیا گیا کہ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ (24:54) یعنی رسول کی ذمہ داری صرف یہ ہے کہ تم تک احکام خداوندی، واضح طور پر پہنچا دے۔

ان آیات سے یہ مطلب ہرگز نہ لیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ کی حیثیت (نعوذ باللہ) چٹھی رساں کی تھی۔ نہیں! ہرگز نہیں۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ نبیؐ کسی کو مجبور نہیں کرتا کہ قرآن کے پیغام کو قبول کرے اور اس پر عمل کرے۔ قرآن حکیم نے زور زبردستی سے منع کیا ہے لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ (2:256) دوسری جگہ بانداز دگر کہا گیا کہ (اے رسولؐ) "تم ان لوگوں سے، جو اپنے آپ کو اہل کتاب کہتے ہیں، اور ان سے بھی جو کسی آسمانی کتاب کے مدعی نہیں، پوچھو کہ وہ اس نظام کی اطاعت کرنا چاہتے ہیں یا نہیں؟ اگر یہ اس کی اطاعت کریں گے تو زندگی کی کامرانیوں کی راہیں ان پر کھل جائیں گی"۔ آگے ہے کہ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ لیکن یہ اس سے روگردانی کریں گے تو تم پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہو گی (3:20)۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ نبیؐ کسی کو جبراً دین اسلام کی طرف نہیں لاتے تھے لیکن ان کو دلائل و براہین سے سمجھاتے تھے۔

یہ بھی واضح رہے کہ نہ صرف نبی آخرالزماںؐ بلکہ کسی بھی نبی نے کوئی اجر رسالت نہیں مانگا۔ یعنی وحی پہنچانے کا کوئی معاوضہ طلب نہیں کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ وَيَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ (11:29) اے میری قوم! میں تم سے اس کے بدلے میں کوئی مال نہیں مانگتا، میری اجرت تو صرف اللہ پر ہے۔ اس کے بعد ہر نبی نے یہی کہا۔ یہ سلسلہ انبیاء علیہم السلام نبی اکرمؐ پر ختم ہو گیا۔ اس آخری نبیؐ نے بھی یہی کہا کہ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ (25:57) میں تم سے اس کی کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ جو لوگ وحی پر ایمان نہیں لاتے تو ان پر وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے اور ان سے کنارہ کشی اختیار کرنی چاہئے لیکن اس کے باوجود کہا گیا کہ قُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ○ (4:63) ان سے ایسی باتیں کہو جو ان کے دلوں میں اثر کر جائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے قرآنی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے احسن طریقے سے وحی کا پیغام پہنچایا اور تئیس سالوں کے مختصر عرصے میں ایک عظیم مملکت قائم کر دکھائی۔

تبشیر و تنذیر:۔ ابلاغ وحی کے بعد انبیاء علیہم السلام کا فریضہ ہوتا ہے کہ وحی کے ضابطہ پر عمل کرنے سے جو خوشگوار نتائج نکلیں ان سے آگاہ کریں اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتائیں کہ اگر تم اس قانون خداوندی پر نہیں چلو گے تو اس غلط روش کے نتائج تباہ کن نکلیں گے۔ اسی کو تبشیر و تنذیر کہا جاتا ہے۔ كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ (2:213) (باہمی مفاد میں ٹکراؤ سے پہلے)

سب انسان ایک ہی امت تھے (لیکن جب باہمی مفاد میں ٹکراؤ ہوا اور تم ذاتی مفادات کے بھینٹ چڑھ گئے تو اللہ تعالیٰ نے) انبیاء کو بھیجا جو انہیں اختلافی زندگی کے نتائج و عواقب سے آگاہ کرتے اور ایک امت بن کر رہنے کی زندگی کے خوشگوار ثمرات کی خوش خبری سناتے۔ انبیاء علیہم السلام ان کو یہی تعلیم دیتے کہ وحی کی تعلیم پر عمل کرنے سے تمہیں دنیا کی ہر آسائش میسر ہو گی اور تمہیں کسی قسم کا خوف و حزن نہیں ہو گا۔ لیکن اگر تم لوگ اس ضابطہ قوانین کو چھوڑ کر انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین پر چلو گے تو تم میں اختلافات پیدا ہو جائیں گے اور تمہاری زندگی جہنمی زندگی بن جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ کے لئے بھی کہا گیا کہ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ (17:105) اس قرآن کے لانے والے رسولؐ کا فریضہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کو بتا دے کہ اس کے مطابق چلنے سے زندگی کی کس قدر خوشگواریاں نصیب ہونگی اور اس کی خلاف ورزی کرنے سے کیسی تباہیاں آئیں گی۔

جب ہم رسول اللہ ﷺ کے عمل کو دیکھتے ہیں تو انہوں نے بھی سب سے پہلے عام دعوت دی۔ آپؐ نے صفا کی پہاڑی پر چڑھ کر پکارا یا معشر قریش! اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کے دامن سے فوج نکلا ہی چاہتی ہے تو کیا تم میری اس بات کو سچ مانو گے؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ کیوں نہیں! آپؐ نے آج تک کوئی غلط بات نہیں کی ہے۔ آپؐ تو صادق و امین ہیں۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ تمہاری موجودہ روش زندگی سے تم پر ایک سخت تباہی آنے والی ہے۔ اس عمومی دعوت کے بعد آنحضورؐ نے اپنے اہل خانہ کو دعوت دی۔ آپؐ کو حکم ملا کہ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝ (26:214) اپنی قریبی برادری کو خبردار کر! یعنی اے رسولؐ اپنے معاشرہ میں سے، ان لوگوں کو دعوت دے جو تجھ سے قریب تر ہوں۔ حضور اکرمؐ نے اپنی دعوت کو اور وسیع کیا اور اہل مکہ کو دین اسلام کی دعوت دی۔ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا (6:92) (دیکھو) یہ کتاب (قرآن) ہے جسے ہم نے (توریت کی طرح) نازل کیا۔ یہ بڑی بابرکت ہے اور جو تعلیم اس سے پہلے انبیاء کرام کو دی گئی تھی اسے سچا کر دکھانے والی ہے۔ مقصد اس سے یہ ہے کہ تم اس کے ذریعہ شہر (مکہ) کے باشندوں کو اور ان لوگوں کو جو اس کے گرد و نواح میں بستے ہیں ان کی غلط روش کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کرو۔

مشکلات کا سامنا کرنا:- جب قرآن کا پیغام پہنچایا جائے گا تو اس سلسلے میں قدم قدم پر مشکلات پیش آئیں گی۔ کیونکہ مفاد پرست اور اس دعوت کی ہر طرح سے مخالفت کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب یہ پیغام پہنچایا تو ان سے کہا گیا کہ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ (68:48) (کسی قسم کی پرواہ کیے بغیر) اپنے نشوونما دینے والے کے تجویز کردہ پروگرام کی تکمیل میں ثابت قدم رہ۔ نبی اکرمؐ سے کہا جا رہا ہے کہ آپؐ مخالفین کی مخالفت کو ثابت قدمی سے برداشت کریں۔ آپؐ ان کی مخالفت کی پروا کیے بغیر اپنے پروگرام پر عمل پیرا ہوتے جائیں۔ دوسری جگہ آتا ہے کہ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (46:13) بے شک جن لوگوں نے کہا "اللہ ہمارا رب ہے" اور اس پر قائم رہے یعنی اس بات کو قبول کیا کہ ہمارا نظام معیشت قرآن کی نہج پر ہو گا اور اس پر ثابت قدمی سے کھڑے ہو کر اس کے لیے کوشش کرنے لگے تو اس سے وہ معاشرہ قائم ہو گا جس میں فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (46:13) انہیں کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غم کھائیں گے اور یہی جنت کی علامت ہے۔ جب صدر اول کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرمؐ نے کس طرح ثابت قدمی سے ہر مشکل کا مقابلہ کیا۔ آپؐ کو مختلف طریقوں سے ڈرایا اور دھمکایا گیا حتیٰ کہ آپؐ کو اپنا شہر بھی چھوڑنا پڑا۔ آپؐ کو مختلف قسم کے لالچ بھی دیے گئے لیکن آپؐ نے کہا کہ آپ لوگ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے ہاتھ پر چاند لا کر رکھ دیں تو بھی میں اس دعوت سے دستبردار نہیں ہوں گا۔

اسی آیت کی طرف بانداز دگر سورہ البقرہ میں اس طرح

اشارہ کیا گیا ہے کہ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۭ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاۗءُ وَالضَّرَّاۗءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ۭ (2:214) کیا تم سمجھتے ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ تمہیں ان لوگوں کی طرح کے حالات پیش ہی نہیں آئے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں؟ ان پر تنگ دستی اور تکلیفیں آئیں اور وہ ہلا ہلا دیئے گئے۔ یہاں تک کہ رسول اور ان کے ساتھ ایمان والے بول اٹھے "اللہ کی مدد کب آئے گی" لہٰذا' ہمیں بھی رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں ہر طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا' اور پھر جا کر وہ نتیجہ نکلے گا۔

تشکیل جماعت:۔ حضورؐ نے ان مشکلات کا ثابت قدمی سے سامنا کیا اور مخالفین کو دلائل و براہین سے سمجھاتے رہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک اہم کام ان کے ذمہ یہ بھی تھا کہ وہ ایسی جماعت تیار کریں جو دین خداوندی کے نفاذ کی جدوجہد میں پیچھے نہ رہے اور جب بھی ان کو پکارا جائے وہ فوراً لبیک کہتے ہوئے اس بارگراں کو اٹھانے کے لئے آگے بڑھیں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے کہ دین خداوندی کو کس طرح نافذ کیا جائے اور جماعت کی تشکیل کیسے کی جائے' حضورؐ راتوں کو بھی نہ صرف صحابہؓ کے ساتھ بلکہ تنہا بھی غور و فکر کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو کہنا پڑا کہ يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝ (73:1-4) اے رسولؐ! فریضہ رسالت کی عظیم ذمہ داری کا بوجھ اٹھانے کے بعد' تیرے لیے پہلا قدم یہ ہے کہ ایسے رفقائے سفر تیار کرے جن میں کامل ہم آہنگی اور یک رنگی ہو (تاکہ یہ کارواں' شاداں و فرحاں' منزل مقصود کی طرف قدم بڑھاتا چلا جائے۔ (اس قسم کا عمل تزمیل سالار کارواں کا اولیں فریضہ ہوتا ہے) اس کے لئے ان کی تعلیم و تربیت ضروری ہے (دن میں تجھے فرصت کم ہو گی' اس لیے) اس مقصد کے لیے رات کو بھی جاگنا ہو گا۔ لیکن ساری رات نہیں۔ آدھی رات تک' یا اس سے کچھ کم یا ذرا زیادہ۔ راتوں کی ان مجالس میں تو انہیں قرآن کو اس طرح سمجھا کہ اس کا حسن ترتیب اور نظم و ربط' ابھر کر ان کے سامنے آجائے۔ پھر اسی ترتیب اور نظم و ضبط کے ساتھ اسے عمل میں لاتے چلے جاؤ۔

رسول اللہؐ نے نہ صرف پیغام پہنچایا اور جماعت کی تشکیل کی بلکہ اس جماعت میں ایسے جوہر بھی پیدا کیے کہ وہ ہر میدان میں ہر مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے۔ رسول اللہؐ کے اہم فرائض سورہ البقرہ میں اس طرح بیان کیے گئے ہیں: كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝ (2:151) اسی مقصد کے لیے ہم نے تمہاری طرف اس رسول کو بھیجا ہے۔ یہ پیغام تم تک پہنچاتا ہے۔ تمہیں بتاتا ہے کہ قانون خداوندی کیا ہے اور اس کی غرض و غایت کیا۔۔۔ یعنی یہ وہ کچھ بتاتا ہے جس سے تم (وحی سے پہلے) قطعاً" واقف نہ تھے۔ (اگر واقف ہوتے تو پھر وحی کی ضرورت ہی کیا تھی؟) اس کے ساتھ ہی وہ ایسا عملی نظام وضع کرتا ہے جس میں تمہاری ذات کی صلاحیتوں کی نشوونما ہوتی جائے۔

رسول اللہؐ نے اس طرح جو جماعت تشکیل دی' تو دنیا نے دیکھا کہ جماعت مومنین کس طرح پھیلتی گئی۔ لیکن یہ کام یہیں ختم نہیں ہوتا۔ رسول اللہؐ سے کہا گیا کہ جب آسانیاں پیدا ہو گئی ہیں تو یہ مت سمجھنا کہ تمہارا کام یہیں ختم ہو گیا بلکہ یہ کہ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ (94:7) اس انقلاب کو قومی سے بین الاقوامی بننا ہے اس لیے اس میں ساری دنیا کے ساتھ مقابلہ ہو گا اس کے لیے بھی تمہیں جم کر کھڑا ہونا پڑے گا۔ اور پوری انسانیت کو' جو مختلف زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے' آزاد کرانا ہے۔

نگران:۔ جب دین کی دعوت پر لبیک کہنے والے بڑھتے گئے اور ایک جماعت تشکیل ہو گئی تو رسولؐ کے ذمہ ایک اور کام کا بھی اضافہ ہو گیا کہ وہ جو رسولؐ کا اتباع کرتے ہیں ان کی نگرانی بھی کرتے رہیں یہ نہ ہو کہ وہ کوئی ایسا قدم اٹھائیں جو تحریک

کے لیے مضر ثابت ہو۔ اس جماعت مومنین کا کام یہ بھی تھا کہ وہ دیگر اقوام عالم پر نگران ہوں اور ان کی نگرانی حضورؐ کے ذمہ تھی۔ جماعت مومنین میں جو اختلافات ہوتے تھے رسول اللہؐ خدا کی کتاب کے مطابق انہیں حل کرتے تھے۔ قرآن حکیم میں آتا ہے کہ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ (5:48) تو لوگوں کے درمیان اس کے مطابق' جو اللہ نے اتارا ہے' فیصلہ کر۔ یہاں یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ رسول اپنی ذاتی اطاعت نہیں کرواتا بلکہ وہ اللہ کی کتاب کے قوانین کی اطاعت کرواتا ہے۔ اور خود بھی ان کی اطاعت کرتا ہے۔ بلکہ نبی خود سب سے پہلے ان قوانین کو تسلیم کرتا ہے اور بعد میں دوسرے لوگوں سے کہتا ہے کہ تم بھی میری طرح قوانین خداوندی کی اطاعت و اتباع کرو۔ اسی کو اصطلاح میں اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول کہا جاتا ہے۔ رسول کی اطاعت دراصل اللہ ہی کی اطاعت ہوتی ہے مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (4:80) جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ لہٰذا اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ دو اطاعتیں الگ الگ ہیں ان کے لئے صرف ایک ہی آیت پیش کی جا رہی ہے کہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ (8:20) اے ایمان والو ! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس سے منہ نہ موڑو۔ اس آیت میں' دونوں اطاعتوں کے لیے ضمیر واحد استعمال کی گئی ہے۔ اگر یہ دو اطاعتیں ہوتیں تو کہا جاتا کہ **ولا تولو عنھما**۔ ان "دو" اطاعتوں سے منہ نہ موڑو۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ اللہ اور رسول کی اطاعت ایک ہی ہے' اور وہ ہے کتاب اللہ کی اطاعت۔

امور مملکت :۔ رسول اللہؐ کے ذمہ ایک اہم فریضہ یہ بھی تھا کہ وہ ایک ایسی مملکت قائم کریں جس میں کوئی کسی کا محتاج نہ ہو۔ ہر ایک کو اس کی محنت کا پورا پورا بدلہ ملے۔ اس مملکت میں کوئی کسی کا دست نگر نہ ہو۔ مختصر یہ کہ رسولؐ کے آنے کا مقصد انسانیت کو ہر قسم کی غلامی سے آزاد کروانا تھا۔

رسول اللہؐ نے جو مملکت قائم کی اس میں اپنی ذاتی اطاعت نہیں کروائی بلکہ خدا کے قوانین کی اطاعت کروائی اور کی۔ کیونکہ اگر خدا کے قوانین کے بغیر حکومت قائم کی جائے گی تو وہ اسلامی حکومت نہیں کہلائے گی۔ اس ضمن میں وضاحت سے قرآن بیان کرتا ہے کہ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ○ (5:44) جو اس کے مطابق فیصلے نہیں کرتے' جسے خدا نے نازل کیا ہے تو یہی لوگ کافر ہیں۔ واضح رہے کہ خدا کی اطاعت براہ راست نہیں کی جا سکتی اس کی اطاعت اور قوانین کے نفاذ کے لئے حکومت کا ہونا ضروری ہے۔ اسی لیے سورہ الحج میں ارشاد ہوتا ہے کہ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ (22:41) یہ وہ لوگ ہیں جن کو اگر زمین پر تمکن دیں تو وہ نظام صلوۃ و زکوۃ قائم کریں گے اور ان احکامات کو نافذ کریں گے جنہیں قرآن صحیح تسلیم کرتا ہے اور ایسے کاموں سے روکیں گے جنہیں وہ جائز قرار نہیں دیتا۔ اس مملکت قرآنی میں کوئی بھی حکم خلاف قرآن نہیں ہوتا۔ رسول اللہؐ نے ایسی مملکت قائم کر دکھائی۔ اس کے ساتھ ساتھ رسولؐ اپنے صحابہ سے مشورہ بھی کرتے تھے اور ان مشوروں کے بعد مملکت کے امور طے پاتے تھے۔

(اشتہار)

کرنل محمد ایوب خان صاحب کا قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ انٹرنیٹ پر درج ذیل ایڈریس پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

www.quranweb.com

PAMPHLETS -- پمفلٹس

ادارہ طلوع اسلام دینی موضوعات پر پمفلٹس شائع کرتا رہتا ہے۔ مندرجہ ذیل پمفلٹس دو روپے فی پمفلٹ کے حساب سے ڈاک ٹکٹ بھجوا کر طلب فرمائیں۔

1 آرٹ اور اسلام
2 احادیث کا صحیح ترین مجموعہ
3 اسلام کیا ہے؟
4 الزکوٰۃ
5 اسلام آگے کیوں نہ چلا؟
6 اسلامی قوانین کے راستے میں کون حائل ہے؟
7 اسلام ہی کیوں سچا دین ہے؟
8 الصلوٰۃ
9 اندھے کی لکڑی
10 بنیادی حقوق انسانیت اور قرآن
11 جہاں مارکس ناکام رہ گیا
12 حرام کی کمائی
13 خدا کی مرضی
14 دعوت پرویز کیا ہے؟
15 دو قومی نظریہ
16 روٹی کا مسئلہ
17 سوچیو (سندھی)
18 سوچا کرو
19 عالمگیر افسانے
20 عورت قرآن کے آئینے میں
21 فرقے کیسے مٹ سکتے ہیں؟
22 قرآن کا سیاسی نظام
23 قرآن کا معاشی نظام
24 قوموں کے تمدن پر جنسیات کا اثر
25 کیا قائداعظمؒ پاکستان کو سیکولر سٹیٹ بنانا چاہتے تھے؟
26 کافر گری
27 مرض تشخیص اور علاج
28 مقام اقبالؒ
29 مرزائیت اور طلوع اسلام
30 مقام محمدی ﷺ
31 ہمارے بنک اور قرآن
32 ہم میں کریکٹر کیوں نہیں؟
33 ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
Islamic Ideology 34
Is Islam a Failure 35
Why Islam is the Only True Deen? 36

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقبول محمود فرحت، انگلینڈ

تباہی کی طرف تیز گامی

تاریخ انسانیت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں بے شمار تہذیبوں نے جنم لیا۔ پروان چڑھیں۔ قوت، عظمت، شوکت اور حشمت کے بام عروج تک پہنچیں۔ اپنی ہم عصر اقوام پر غالب آنے کے بعد روبہ زوال ہو کر نیست و نابود ہو گئیں اور اب ان کے کھنڈرات دیدہ بینا کے لئے عبرت کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔

دنیا میں نظریاتی بنیادوں پر معرض وجود میں آنے والا پہلا اور واحد مسلم ملک پاکستان تقریباً نصف صدی سے گوناگوں مسائل سے دوچار ہے۔ ایک بلا ٹلتی ہے تو دوسری اسے شکنجے میں جکڑ لیتی ہے۔ دشمنان پاکستان کی ریشہ دوانیوں سے کہیں زیادہ ہماری اپنی اخلاقی، معاشرتی و معاشی بداعمالیوں سے پوری ارض پاکستان جہنم کی طرف دھکیلی جا رہی ہے۔

ہم چونکہ مسلمان ہیں اور حامل قرآن، اس لئے دیکھنا یہ ہے کہ قرآن کریم اقوام کے عروج و زوال کے کیا اسباب و علل بتاتا ہے۔ اس نے قوموں کی حیات و موت کے کیا اٹل قوانین مقرر کر رکھے ہیں اور تباہی سے بچنے کے لئے کیا راہنمائی دیتا ہے؟

قرآن اقوام سابقہ کی تاریخ کے مطالعہ پر بہت زور دیتا ہے (24:34)۔ بے شمار آیات اس موضوع پر ہیں۔ طوالت کے خوف سے صرف سورہ و آیت کا حوالہ دیا جائے گا۔ قرآن مجید کہتا ہے کہ خارجی کائنات میں کوئی واقعہ یونہی اتفاقیہ نمودار نہیں ہوتا۔ ہر واقعہ اور اس کا نتیجہ قوانین قدرت کے تحت ہوتا ہے اور یہ خدائی قوانین (سنت اللہ) اٹل اور غیر متبدل ہیں (48:23, 35:43)۔ آگ جلاتی ہے۔ پانی ایک خاص درجہ حرارت پر ابلتا اور درجہ انجماد پر جمتا ہے اور اپنی سطح ہمیشہ ہموار رکھتا ہے۔ رتی بھر وزن کی سوئی پانی میں ڈوب جاتی ہے مگر ہزاروں، لاکھوں ٹن لوہے کا بحری جہاز سطح آب پر تیرتا ہے۔ اسی طرح انسانوں کی دنیا میں بھی اچھی یا بری تبدیلی بلاسبب رونما نہیں ہوتی اس کے لئے بھی خدا کی طرف سے قوانین مقرر ہیں۔ جو قوم ان قوانین کے مطابق حالات حاضرہ کو مدنظر رکھ کر اپنا نظام قائم کرتی ہے وہ زندہ رہتی اور کاروان انسانیت کو آگے لے جاتی ہے اور ان کی خلاف ورزی کے نتیجے میں زوال پذیر ہو کر رفتہ رفتہ تباہ ہو جاتی ہے۔

ان قوانین قدرت کی صداقت کے ثبوت میں قرآن نے اقوام سابقہ کی سرگزشتوں کو بطور شہادت پیش کیا ہے کہ دیکھو فلاں قوم نے اس قسم کا نظام قائم کیا تو زندگی شادابیوں اور سرفرازیوں کی آئینہ دار ہوئی (39:34-36)۔ اور فلاں قوم نے غلط نظام قائم کیا تو تباہ و برباد ہو گئی (18:59)۔

خدا کی یہ کتاب تاقیامت مشعل ہدایت ہے۔ عہد نبویؐ میں عربوں کو اور آج پاکستانیوں اور ملت اسلامیہ کو یوں مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ "کیا یہ لوگ دنیا میں چلے پھرے نہیں کہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے کہ جو قومیں پہلے گزر چکی ہیں ان کا کیا انجام ہوا؟" (47:10,16:36,12:109,3:136-137)۔ کچھ عرصہ کی درخشندگی و تابناکی نے حقائق کو آنکھوں سے اوجھل رکھا۔ اب ان کی داستانیں تباہی و بربادی کی مرثیہ خواں ہیں۔ ان کی بداعمالیوں کی فہرست تو طویل ہے جن کی بنا پر وہ قومیں تباہ

ہوئیں' مختصر اسباب درج ذیل ہیں۔ ان کی روشنی میں اہل پاکستان اس آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھ لیں۔

1- جب قومیت کا معیار' ایمان و نظریہ حیات کے بجائے رنگ' خون' نسل' قبیلہ اور زبان قرار پا جائے۔ یہ نکتہ تذکرہ نوح میں سامنے آتا ہے جب ان کا اپنا بیٹا ایمان کے عدم اشتراک کی وجہ سے اہل میں سے نہ رہا۔ نظریہ پاکستان کو ترک کر کے پانچ قومیتوں میں بٹنے سے کیا پاکستان میں انتشار و افتراق نہیں پھیلا؟

2- جو قوم ظلم و ستم اور آمریت سے حکومت کرے اور استحصال کرے خواہ وہ قوم تمدن و تہذیب کی کتنی ہی بلندیوں پر کیوں نہ ہو' آخرالامر تباہ ہوتی ہے۔ یہ حقیقت قوم عاد کی سرگذشت میں ابھر کر سامنے آتی ہے (43:6-8,41:15-16)-

3- جس قوم کا کاروبار اور تجارت سرمایہ داری پر مبنی ہو۔ جہاں مزدور' مزارع اور صارف کا استحصال کیا جائے۔ رزق کی تقسیم منصفانہ نہ ہو اور دولت کے انبار چند گھرانوں تک محدود ہوں وہ معاشرہ تباہ ہو جاتا ہے۔ اس کا ثبوت حضرت شعیبؑ کی قوم کے قصہ سے ملتا ہے (11:84-95)-

4- جس قوم میں جاگیرداری' وڈیرہ ازم ہو۔ ذرائع پیداوار یعنی "اللہ کی زمین اللہ کے بندوں کے لئے کھلی نہ رکھی جائے" معیشت پر چند افراد کی اجارہ داری ہو۔ تباہی اس کا مقدر ہوتی ہے۔ قوم ثمود کی داستان اس حقیقت کی آئینہ دار ہے (91:11-15, 11:63-68)-

5- جو قوم محض اس دنیا کو ہی اپنا منتہٰی سمجھ لے اور اسے آخرت پر یقین نہ ہو یعنی مادیت ہی نظریہ زندگی ہو۔ اگر آخرت پر یقین ہو بھی تو محض رسمی۔ وہ نظریہ حیات آخرکار تباہی کا موجب بنتا ہے۔ مثلاً زمانہ حال کا نظریہ اشتراکیت۔

6- جو قوم تسخیر کائنات کے فریضہ سے غفلت برتتی ہے یہاں بھی اور آخرت میں بھی اس کے حصے میں کچھ نہ ہو گا ایسی قوم مومن تو درکنار مقام آدمیت تک بھی نہیں پہنچ پاتی۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات اور نظام فطرت پر غور و فکر کرنے کی بار بار تاکید کی ہے۔ جو قوم تسخیر کائنات کرتی ہے وہ سرفرازی سے ہمکنار ہوتی ہے (45:13, 22:65, 16:12)-

7- جب کسی سوسائٹی میں طبقاتی تفریق پیدا ہو جائے۔ معیار عزت صرف دولت بن جائے اور محنت کش طبقہ حقیر تصور کیا جائے تو اس قوم کا تباہ ہونا لازم ہوتا ہے جیسا کہ قوم نوح کے ساتھ ہوا (26:111, 11:27)-

8- جو قوم جنسی بدنہادی میں ڈوبی ہو۔ اخلاقی قدروں کی پامالی عام ہو۔ مرد و عورت دونوں میں عصمت' حیا اور شرم کا احساس بتدریج ختم ہو جائے وہ قوم تین یا چار نسلوں کے بعد پھر قوم نہیں رہتی۔ اس کی شہادت قوم لوطؑ کے عبرتناک واقعہ سے ملتی ہے (29:27-29, 27:54-56, 7:80-82)-

9- جو قوم اپنی کاہلی' سہل انگاری سے کمزور ہو جائے اپنی سرحدوں کی حفاظت نہ کرے وہ اغیار کی چیرہ دستی اور بالادستی سے محفوظ نہیں رہتی۔ جو قوم قوت والی اقوام سے امید رکھے کہ وہ اس کی مدد کو آئیں گی وہ قوم ہمیشہ غیراقوام کے رحم و کرم پر زندہ رہتی ہے۔ حضرت ذوالقرنین کے واقعہ سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے (18:92-98)-

10- جس قوم کو آمریت و بادشاہت کے ساتھ سرمایہ پرستی اور مذہبی پیشوائیت اپنے پنجوں میں جکڑ لے' جیسا کہ قوم بنی اسرائیل کے ساتھ ہوا۔ تمام اختیارات فرد واحد کے ہاتھ میں ہوں۔ وہ خود قانون سے بالاتر ہو۔ ملک میں پارٹیاں بنا کر ان کو آپس میں لڑائے (28:4), (79:24)- ابنائے قوم جن میں جوہر مردانگی ہوں انہیں دبائے اور خوشامدیوں کو مقرب بنائے (7:49, 7:141)- اپنے لامحدود اختیارات کو جائز قرار دینے کے لئے مذہبی اجارہ داروں کے ساتھ گٹھ جوڑ کرے' جو سرمایہ داروں کی کمائی کو جائز قرار دیں' اور خود بغیر کسی محنت کے عیش اڑائیں اور غریبوں کو "تقدیر کا لکھا" سنا کر افیون کی گولی کھلا کر سلا دیں۔ ایسی قوم بالاخر تباہ ہوتی ہے (28:6)-

11- سرمایہ دار طبقہ غریب عوام کا خون چوستا ہے۔ دولت کی غیرمنصفانہ تقسیم والے خون آشام نظام کا نمائندہ قارون ہے۔ قارونیت معاشرہ کو تباہ کر دیتی ہے (40:24, 28:76-82)- ان

کی تفصیل داستان بنی اسرائیل میں ملتی ہے۔
بنی اسرائیل کی غلامی۔ غلامی کے بعد آزادی
(2)۔ اور مفت میں ملی ہوئی آزادی (نعمت الہٰی)
ان کی ذہنی، نفسیاتی، معاشرتی پستی اور اضمحلال کی
اور اس کے عبرت آموز مظاہرے ہماری آزادی اور
کے بعد کی حالت سے کس قدر مماثل ہیں۔ زمان و
کے اختلاف سے قطع نظر یہ ہماری اپنی کہانی معلوم ہوتی

حضرت علامہ اقبالؒ جیسے مرد مومن کی فراست اور بصیرت
اور ایک مرد مجاہد قائداعظم کی سیاسی بصیرت نے مسلمانان
کو انگریز و ہندو کی غلامی سے نکال کر ارض پاکستان کا وارث
جس طرح حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کو فرعون، ہامان اور
کے پنجہ استبداد سے نکال کر ارض فلسطین کا وارث بنایا۔
ہم نے بھی بنی اسرائیل کی طرح خدا کی بخشی ہوئی اس
نعمت کا کفران کچھ اس طرح سے کیا کہ

دیکھو مجھے جو دیدہ عبرت نگاہ ہو

قرآن کریم کے ان ابدی اصولوں کی روشنی میں ہمیں دیکھنا
یہ ہے کہ تباہی کی طرف قوم تیزگامی سے رواں دواں ہے۔ ایسا کہیں مندرجہ بالا خرابیوں کی وجہ سے تو نہیں! حقائق اس قدر روشن اور معیار اتنا نکھرا ہوا ہے کہ کسی انکوائری کمیشن کے بٹھانے کی ضرورت نہیں۔ کیا ان مندرجہ بالا جرائم میں کوئی ایک جرم بھی ایسا ہے جو ہمارے معاشرہ میں عام نہ ہو چکا ہو؟ اگر مزید کچھ عرصہ ہماری حالت یہی رہی اور ہم نے موجودہ فرسودہ دیمک زدہ نظام کو نہ بدلا تو کیا دنیا کی کوئی طاقت ہمیں تباہ ہونے سے بچا سکتی ہے؟

ایک مغربی مفکر برفالٹ نے کہا "کہ انسانی ہیئت اجتماعیہ کا کوئی نظام جس کی اساس باطل اصولوں پر ہو کبھی دائمی قائم نہیں رہ سکتا خواہ اس نظام کو کتنے ہی تدبر اور دانشمندی سے کیوں نہ چلایا جائے۔ وہ نظام جس میں حق و صداقت اور ابدی حقائق کو نظر انداز کر دیا جائے وہ ہر حالت میں تباہ ہو کر رہتا ہے"۔

فطرت افراد سے اغماض تو کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

For All Publications of Allama Parwez and recorded lectures on Quran
Please contact:
TOLU-E-ISLAM TRUST
25-B, Gulberg 2 Lahore-Pakistan.
Current Account No. 4107-35
Main Gulberg Branch
Habib Bank Limited
Lahore
Phone: 5753666 – 5764484
Fax: 092-42-5764484
Email: trust@toluislam.com
Internet: http://www.toluislam.com

میں بھی اِک انسان ہوں

(آنسہ صائمہ حمید کی انگریزی نظم کا منظوم ترجمہ از لطیف چوہدری)

(1) میں نہیں ہوں اشتہار
لُوٹتا ہے بحر لاعلمی مجھے
میرے اعضاء کی نمائش کر کے
میرا سودا --- گر مجھے

(2) اچھی لگتی ہوں کہ جب میں
اپنی ہستی بھول کر
بیچتی ہوں تیری مصنوعات کو
اپنے غمزوں کے طفیل

(3) تو سوداگر ہے
تجھے مطلوب ہے سودا۔ گری
کیا تیری سوداگری ہے
میری قدروں سے سوا؟

(4) میرا دامن
اور میری اپنی تلاش
تیرے اس بازاری پن سے
ہے مجھے بڑھ کر عزیز

(5) بند کر یہ رسم دنیا
اور سمجھنا مجھ کو شئے دیدنی
جنسِ کاسد میں نہیں
کہ بیچ دے مجھ کو
بنا کر تو سامان دلبری

(6) میں نہیں چاہتی
رہوں دُز دِیدہ نظروں کی شکار
تم بھی ہو صاحب نظر اور
میں بھی عزت دار ہوں

(7) میں نے بھی دیکھے ہیں
خواب آزادئ اظہار کے
میں بھی چاہتی ہوں کوئی میری سنے
اپنا حق چاہوں تو آخر
میں بھی اِک انسان ہوں

.:——:.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عنایت اللہ

قصور پاکستان کا یا پاکستانیوں کا؟

ایک ہندو کرم فرما کا خط اس درخواست کے ساتھ ہم پیش کر رہے ہیں کہ یہ تعصب کی عینک اتار کر پڑھیں:

از اسلام آباد
07 مئی 1999ء

محترم جناب عنایت اللہ صاحب

السلام علیکم و نمسکار۔ میرا نام راجیش سیٹھی ہے اور میں اپنے دوست و ہمسائے جو کہ پاکستانی فوج کے ریٹائرڈ کرنل ڈاکٹر ہیں، کے ہمراہ برطانیہ سے پاکستان سیر کے لئے آیا ہوا ہوں اور یہاں اسلام آباد میں ان ہی کے عزیزوں کا مہمان ہوں۔ اس کے بعد میں ان کو لے کر انڈیا اپنے عزیزوں کے پاس جاؤں گا۔

میرا آبائی علاقہ حیدر آباد دکن ہے اس لئے اور پھر مسلمان دوستوں کی اکثریت کی وجہ سے مجھے اردو اور اسلام سے خصوصی شغف ہے۔ اسی حوالے سے میں برطانیہ میں رہتے ہوئے کرنل صاحب کے گھر میں "حکایت" کا مستقل قاری ہوں۔ میں آپ کے رسالے اور پاکستان کے متعلق اپنے مشاہدات کا ذکر کرنا چاہوں گا۔ اگر آپ کو ناگوار نہ گزرے تو اس کو اپنے رسالے میں جگہ ضرور دے دیجئے گا۔ ویسے بھی سنا ہے کہ صحیح مومن کا دل بہت بڑا ہوتا ہے....

"آپ اپنے رسالے میں پاک فوج کی بہت زیادہ تعریف ...تے ہیں لیکن جس طرح میں نے کرنل صاحب سے سنا ہے ...ں نے اپنا نام نہ لکھنے کی تلقین کی ہے) وہ یہ کہ آپ کے ...کستان کو 50 فیصد لوٹنے والے یہی فوج کے جرنیل ہیں جن کا کام ہی ریٹائرمنٹ سے پہلے پہلے اپنا گھر بھرنا ہے۔ کبھی آپ اس بارے میں بھی لکھیں پھر دیکھیں کہ آپ کا رسالہ کتنے دن چلتا ہے۔ کیا آپ مجھ سے شرط لگاتے ہیں؟.... اگر آپ ہار گئے تو آپ میرا مذہب قبول کر لیں۔ اگر میں ہار گیا تو میں آپ کا مذہب قبول کر لوں گا.....

"آپ اپنے رسالے میں ہندوستان کی تقسیم کی مخالفت کرنے والی مسلمان جماعتوں کے خلاف لعن طعن کرتے ہیں اور انہیں غدار کہتے ہیں۔ دراصل یہ بھی آپ پاکستانی مسلمانوں کی تنگ نظری کی ایک دلیل ہے۔ آپ کو ان پارٹیوں کا موقف بھی سامنے لانا چاہئے جو صرف اور صرف اس وجہ سے تقسیم کی مخالفت کرتی تھیں کہ ہندوستان میں بسنے والے مسلمان کہاں جائیں گے۔ اس کا نتیجہ آپ نے دیکھا کہ لاکھوں مسلمان، ہندو اور سکھ مارے گئے۔ عورتیں اور بچے دربدر ہوئے۔ جو مسلمان عورتیں پاکستان میں پہنچیں ان کو پاکستان کے غیور مسلمانوں نے بھی لوٹا اور جو ہندو عورتیں انڈیا پہنچیں ان کو ہندوؤں نے لوٹا۔ اس کے ثواب کا کون ذمہ دار ہے؟ میں مانتا ہوں کہ محمد علی جناح باکردار اور بااصول انسان تھے لیکن آپ کے مذہب کے مطابق وہ انسان تھے اور ان سے غلطیاں بھی ہو سکتی تھیں۔ وہ پیغمبر نہیں تھے کہ غلطیوں سے مبرا ہوتے۔ خدارا اپنی آنکھوں سے تعصب اور نام نہاد حب الوطنی کی پٹی ہٹا کر تاریخ کو صحیح معنوں میں پیش کریں۔ نتیجہ آپ کے سامنے ہے 50 سال گزر جانے کے باوجود آپ لوگ ابھی یہ فیصلہ نہیں کر پائے کہ آپ کا یہ ملک کس بنیاد پر آزاد کرایا گیا تھا....

نظریہ پاکستان اور اسلام کے حوالے سے ایک بات... کیا آپ کا مذہب اتنا کمزور اور کیا نظریہ پاکستان اتنا کھوکھلا ہے کہ ہندوستان میں ایک فلم یا ایک گانا اس نظریے کے خلاف بننے سے آپ کے ملک کا نظریہ ڈگمگانے لگتا ہے اور پاکستان کی بقا اور سلامتی خطرے میں پڑ جاتی ہے؟ میں خود اسلام کا بہت بڑا پرستار ہوں اور اپنے بچوں کو یہ وصیت کی ہے کہ مجھے مرنے کے بعد چتا میں جلانے کی بجائے دفن کیا جائے۔ دراصل سارا مسئلہ ہی آپ پاکستانیوں کے کردار کا ہے۔ معاف کیجئے گا' باہر کی دنیا میں لفظ پاکستان نام ہی دھوکا دہی اور خود غرضی کے لئے مشہور ہو گیا ہے۔ قیامت کے دن شاید ہی آپ پاکستانی مسلمانوں میں سے کوئی جنت میں جائے گا۔ یہ میرا یقین ہے....

اللہ ہی اس ملک کا حامی و ناصر ہے' آپ لوگوں نے خود اس کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں رہنے دی۔ آپ ایک کام کریں کہ سارے کا سارا پاکستان پلاٹوں میں تقسیم کر کے لوگوں کو الاٹ کر دیں پھر دیکھیں لوگ کیسے اس پر مرتے ہیں....

علامہ اقبال نے ٹھیک فرمایا ہے---- "اسلام نے ہمیشہ مشکل وقت میں مسلمانوں کی مدد کی ہے نہ کہ مسلمانوں نے اسلام کی مدد کی"۔

راجیش سیٹھی

انگلینڈ

ہم محترم راجیش سیٹھی کا انگلینڈ کا مکمل ایڈریس اس ڈر سے نہیں لکھ رہے کہ کوئی جذباتی پاکستانی ان کے ہاں نہ جا دھمکے کہ اس ہندو نے پاکستان اور اسلام کی توہین کی ہے۔ ہم نے پہلے ہی لکھ دیا ہے کہ یہ خط تعصب کی عینک اتار کر پڑھیں۔

اس خط میں نیا پن صرف یہ ہے کہ یہ ایک ہندو نے لکھا ہے اور ہندو بھی ایسا جس نے اپنے آپ کو "اسلام کا بہت بڑا پرستار" کہا ہے۔ گزشتہ سات آٹھ مہینوں کے دوران ہمیں اس موضوع کے سات خطوط مل چکے ہیں۔ الفاظ اور طرز تحریر مختلف ہے' بات سب نے ایک ہی لکھی ہے اور یہ بڑی ہی اہم بات ہے۔ یہ ساتوں خطوط لکھنے والے نوجوان ہیں جو پاکستانی جذبے یعنی حب الوطنی اور قومی جذبات سے سرشار ہیں لیکن نظریہ پاکستان' قائداعظمؒ کی شخصیت اور اسلام کے خلاف ان کے ذہنوں میں شکوک و شبہات اور غلط فہمیاں پیدا کی جا رہی ہیں۔

محترم راجیش سیٹھی نے بھی قیام پاکستان کو محمد علی جناح کی غلطی کہا ہے جس کے نتیجے میں دونوں طرف بے شمار لوگ مارے گئے۔ آگے چل کر ہمارے اس عزیز راجیش نے لکھا ہے کہ آدھی صدی گزر گئی مگر پاکستانی فیصلہ نہیں کر پائے کہ پاکستان بنایا ہی کیوں گیا تھا۔ یہی بات ہمارے اپنے نوجوان ہم سے پوچھتے ہیں کہ قیام پاکستان کا آخر مقصد کیا تھا؟ صرف لا الہ الا اللہ کہہ دینا ہی کافی نہیں۔

اس سوال کا جواب ہمارے دوست راجیش سیٹھی نے خود ہی دے دیا ہے---- "دراصل سارا مسئلہ ہی آپ پاکستانیوں کے کردار کا ہے۔ باہر کی دنیا میں پاکستان نام ہی دھوکہ دہی اور خود غرضی کے لئے مشہور ہو گیا ہے.... آپ لوگوں نے خود اس کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں رہنے دی"۔

اگر ہم اس لئے برا مان جائیں کہ ایک ہندو نے قیام پاکستان پر شک و شبہے کا اظہار کیا ہے یا اسے قائداعظمؒ کی غلطی کہا ہے تو ہمارا یہ ردعمل صحیح نہیں ہو گا۔ ہمارے علماء دین تو قائداعظمؒ پر باقاعدہ فرد جرم عائد کر چکے ہیں۔ مفتی محمود مرحوم کے الفاظ قارئین کرام کو زبانی یاد ہو گئے ہوں گے جو انہوں نے اس وقت کہے تھے جب وہ بھٹو مرحوم کے دور حکومت میں صوبہ سرحد کے وزیراعلیٰ تھے۔ انہوں نے کہا تھا---- "خدا کا شکر ہے کہ میں پاکستان بنانے کے گناہ میں شامل نہیں تھا"۔

پھر بے نظیر بھٹو کے دور حکومت میں مفتی محمود مرحوم کے بیٹے مولانا فضل الرحمٰن نے اپنے ایک بیان میں اعلانیہ اور بڑی ڈھٹائی سے کہا تھا کہ پاکستان قائداعظمؒ کا ایک بہت بڑا سیاسی فراڈ تھا۔

ہم یہ باتیں بہت پہلے "حکایت" میں تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ اسی قبیل کے علماء نے پاکستان کو کفرستان اور قائداعظم کو کافر اعظم کہا تھا۔ ہمارا موضوع کچھ اور ہے لیکن یہاں ہم ایک بات ضرور کہیں گے کہ پاکستان کا قیام اگر گناہ تھا' فراڈ تھا' کفرستان تھا تو مفتی مرحوم نے اس کے ایک صوبے کا وزیراعلیٰ بننا کیوں قبول کیا' انؒ کے فرزند ارجمند نے اس کفرستان اور سب سے بڑے سیاسی فراڈ میں امور خارجہ کی کمیٹی کی چیئرمین شپ کیوں قبول کی تھی اور کئی ایک علماء دین اس ملک کی سیاست میں آکر اقتدار کے حصول کے لئے کیوں ہلکان ہوئے جا رہے ہیں؟ یہ ملک تو ایک "سیاسی گناہ" کی پیداوار ہے۔

اس سے ان علماء کا اصل کردار بے نقاب ہوتا ہے اور راجیش سیٹھی کے اس سوال کا جواب بھی اسی میں لپٹا ہوا ہے کہ تقسیم ہند کی مخالفت کرنے والی مسلمان جماعتوں پر ہم کیوں لعن طعن کرتے رہتے ہیں۔ سیٹھی صاحب کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ یہ پاکستانی مسلمانوں کی تنگ نظری کی دلیل ہے کہ ان اسلامی جماعتوں کی مخالفت کرتے ہیں۔

ہم صرف محترم راجیش سیٹھی سے ہی مخاطب نہیں بلکہ اپنے ان تمام نوجوانوں سے مخاطب ہیں جن کے ذہنوں میں پاکستان اور اسلام کے خلاف شکوک و شبہات پیدا کئے جا رہے ہیں۔ سب سے پہلے تو ان اسلامی جماعتوں کے لیڈروں کے کردار کا جائزہ لیجئے جو علماء دین ہیں۔ یہ علماء قرآن کے اس فرمان کی کھلم کھلا خلاف ورزی کر رہے ہیں کہ فرقوں میں نہ بٹ جانا۔

متعدد آیات قرآنی ہیں جن میں فرقہ بندی کی ممانعت کی گئی ہے۔ ہم صرف سورہ الروم کی آیات 31 اور 32 کا حوالہ دیں گے جن میں اللہ تعالیٰ کا واضح فرمان ہے کہ ان مشرکوں میں سے نہ ہو جانا جنہوں نے دین کو فرقوں میں بانٹ دیا... فرقوں میں بٹ جانا گناہ کبیرہ ہے۔

ہمارے علماء نے نہ صرف یہ کہ قوم کو دین کے لحاظ سے فرقوں میں بانٹا اور سیاسی فرقہ بندی بھی شروع کر دی بلکہ اسلامی اخوت اور اتحاد کے پرخچے اڑا دیئے پھر اپنے اپنے فرقے میں یوتھ فورس اور جانباز گروہ بنائے اور دوسرے فرقوں کے خلاف دہشت گردی اور خونریزی کے سبق بھی دیئے' ٹریننگ بھی دی۔ سیاسی فرقہ بندی کا مقصد اقتدار کے حصول کے سوا کچھ بھی نہیں۔ مسجدوں میں نمازیوں پر گولیاں چلیں اور گرینیڈ بھی پھینکے گئے۔ قبرستان میں جنازے پر گولیاں چلائی گئیں۔ معصوم بچوں تک کو گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا۔

اسلام میں دینی اور سیاسی جماعتوں کا کوئی تصور نہیں۔ اللہ کا حکم ہے کہ۔۔ "بے شک یہ تیری (رسولؐ اللہ کی) امت ایک جماعت ہے"۔

یہ ہے ان علماء کا کردار۔ اس کردار کو ذہن میں رکھ کر تحریک پاکستان میں علماء کے رول اور رویے کا جائزہ لیں۔ ہم یہ ساری باتیں "حکایت" کے مختلف شماروں میں پوری تفصیل اور مستند حوالوں سے لکھ چکے ہیں۔ یہاں ہم اختصار سے بات کریں گے۔ اسلام میں مسلمان کے لئے قومیت پہلے آتی ہے اس کے بعد وطنیت۔ اہمیت قومیت کو حاصل ہے یعنی مسلمان پہلے مسلمان ہے اس کے بعد وہ پاکستانی' ہندوستانی' مصری' شامی' عراقی وغیرہ ہے۔

انگریزوں اور ہندو قیادت نے متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کے اس اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ "نیشنلسٹ علماء" کا شوشہ چھوڑا۔ اس غیر اسلامی اصطلاح کے خالق مہاتما گاندھی تھے۔ انہوں نے یہ فلسفہ عام کیا کہ ہندوستان کے باشندے پہلے ہندوستانی ہیں اس کے بعد مسلمان' ہندو' سکھ' عیسائی وغیرہ' یعنی مذہب کی حیثیت ثانوی ہے' اولیت اور اہمیت وطنیت کو حاصل ہے۔

معلوم نہیں وہ کیسا طلسم تھا جو مہاتما گاندھی نے ہمارے علماء پر طاری کیا کہ انہوں نے اپنے آپ کو قوم سے الگ کر لیا اور وطنیت کا طوق گلے میں ڈال کر تحریک پاکستان اور نظریہ پاکستان کی مخالفت شروع کر دی۔ مختصر یہ کہ ہندو قیادت نے علماء کو سبز باغ دکھائے' مثلاً یہ کہ متحدہ اور آزاد ہندوستان

(اکھنڈ بھارت) میں اسلام مکمل طور پر آزاد ہو گا' دینی مدرسوں اور مسجدوں کو سرکاری مدد دی جائے گی وغیرہ۔

پھر نہایت پراثر ذرائع اور طلسماتی انداز سے ان علماء کے دماغوں میں یہ زہر ڈالا گیا کہ محمد علی جناح انگریزوں کا ایجنٹ ہے اور یہ اسماعیلی فرقے کا آدمی ہے۔ اس کی داڑھی ہے نہ مونچھ' شراب پیتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا' یہ شخص لادینیت کا قائل ہے' وغیرہ۔

ہندو قیادت کا مقصد صرف یہ تھا کہ برصغیر تقسیم نہ ہو۔ ہمارے نیشنلسٹ علماء دین جو اسلام کے نہیں ملائیت اور فرقہ بندی کے قائل ہیں' ذاتی اور جماعتی مفادات کی خاطر ہندو قیادت اور مہاتما گاندھی کے جھانسے میں اس بری طرح آئے کہ یہ بھی بھول گئے کہ مہاتما گاندھی ایک طرف تو یہ رٹ لگاتے نہیں تھکتے کہ ہندو مسلم بھائی بھائی ہیں' دوسری طرف ان کا یہ بیان ان کے اپنے ذاتی جریدے "ہریجن" میں شائع ہوا تھا کہ ہندو مسلم کشیدگی کا حل صرف یہ ہے کہ عرب سے آئے ہوئے مسلمان واپس عرب چلے جائیں اور ان کی کوششوں سے ہندوستان کے جو لوگ مسلمان ہوئے تھے وہ اپنے مذہب میں واپس آجائیں۔

گاندھی کا مطلب بڑا صاف تھا کہ ہندوستان میں کوئی ایک بھی مسلمان باقی نہ رہے۔ ہم مہاتما گاندھی کا یہ بیان بارہا "حکایت" میں دے چکے ہیں اور یہ بیان ہمارے کئی مسلمانوں کے ریکارڈ میں ہے۔ ضرورت یہ ہے کہ ایسے بیان وقتاً فوقتاً سامنے آتے رہنے چاہئیں تاکہ ہماری ابھرتی ہوئی نسلوں کو معلوم ہوتا رہے کہ ہمارے دین اور وطن کا دشمن کون ہے اور کیسا ہے۔

ہمارے نیشنلسٹ علماء نے اس حدیث نبوی کی بھی خلاف ورزی کی۔۔ "اپنے آپ کو جانو اپنے دشمن کو پہچانو"۔

پاکستان معرض وجود میں آگیا تو مہاتما گاندھی کے پیروکار علماء پاکستان میں کیوں چلے آئے؟ اور جو پاکستان میں تھے وہ ہندوؤں سکھوں کے ساتھ بھارت کو ہجرت کیوں نہ کر گئے؟ "کفرستان" میں ہی پڑے رہنا کیوں قبول کر لیا؟... صرف اس لئے کہ بھارت میں انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ ہندو اپنی اصلیت پر آگیا ہے اور اب وہاں کسی مسلمان کی گنجائش نہیں رہی' اور یہاں پاکستان میں انہوں نے دیکھ لیا کہ شریعت کے نام پر یہاں ملائیت کی منڈی چل سکتی ہے۔

ہندو انہیں اور دیگر مسلمانوں کو "ہندو مسلم بھائی بھائی" کے جھانسے دے کر جو سبز باغ دکھایا کرتا تھا' اس کے مظاہرے آئے دن دیکھنے میں آرہے ہیں۔ بابری مسجد کی شہادت اسلام دشمنی کا ایک نمایاں مظاہرہ ہے۔ اب ہندو بنارس کی مسجد اورنگ زیب کے پیچھے پڑ گئے ہیں جو اورنگ زیب عالمگیر کی تعمیر کرائی ہوئی بہت ہی خوبصورت مسجد ہے اور بلندی پر کھڑی ہے۔

گذشتہ نصف صدی میں بھارت میں سینکڑوں تاریخی مسجدیں سرکاری طور پر بند کر دی گئی ہیں اور وہاں کوئی مسلمان نماز نہیں پڑھ سکتا۔ ان کے علاوہ سارے ملک میں ہزارہا مسجدیں گرا دی گئیں یا اجاڑ دی گئیں یا انہیں ہندو بڑے ہی غلیظ کاموں کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔ کئی مسجدوں میں ہندو زمیندار اپنے مویشی باندھتے ہیں۔

مسجدوں کی بے حرمتی کے علاوہ مسلمانوں کو بھارت میں اچھوتوں کے پست درجے میں دھکیل دیا گیا ہے اور آئے دن کہیں نہ کہیں ہندو کسی نہ کسی بہانے مسلمانوں پر حملہ کر کے کئی مسلمانوں کو قتل کر دیتے ہیں۔ تحریک پاکستان کے دور میں ہم جانتے تھے کہ ہندو قیادت ہندوستان میں ہندو راج قائم کرنے کی کوششوں میں ہے۔ اگر پاکستان کا قیام عمل میں نہ اور ہندو راج قائم ہو جاتا تو آج کے پاکستانی علاقوں میں بھی مسجدیں سلامت نہ ہوتیں اور یہاں کے مسلمانوں کے ساتھ بھی وہی سلوک ہو رہا ہوتا جو بھارت میں ہو رہا ہے۔

ہم وہ باتیں دہرائے چلے جا رہے ہیں جو دو چار ہی مہینے پہلے بھی ہم لکھ چکے ہیں اور لکھتے ہی چلے آ رہے ہیں۔ ہم محترم راجیش کو مشورہ دیتے ہیں کہ "حکایت" کا شمارہ مارچ اور

شمارہ اپریل 19[illegible]ء دیکھ لیں۔ آپ کو اپنے سوال کا جواب مل جائے گا۔

ہماری اس بات کو بھی ذہن میں رکھیں کہ آپ بہت بعد میں پیدا ہوئے ہیں اور ہم تحریک پاکستان سے بہت پہلے پیدا ہوئے تھے اور جب دو قومی نظریہ اور نظریہ پاکستان کو تشہیر ملی اور تحریک پاکستان شروع ہوئی اس وقت ہم جوانی میں داخل اور تحریک پاکستان کی سرگرمیوں میں شامل ہو چکے تھے۔ ہمیں مسلمان اور ہندو لیڈر آج بھی اپنی آنکھوں کے سامنے چلتے پھرتے تقریریں کرتے' پریس کانفرنسوں میں بیان دیتے دکھائی دے رہے ہیں۔

ہم ہی نہیں یا ہمارے لیڈر ہی نہیں' دنیا بھر کے مدبر اور دور اندیش سیاستدانوں نے حتمی طور پر کہا تھا کہ مسلمان اور ہندو اکٹھے رہ ہی نہیں سکتے۔ ان میں سب سے بڑا اختلاف تو یہ ہے کہ ہندو گائے کی پوجا کرتے ہیں اور یہی گائے مسلمانوں کی روزمرہ غذا میں شامل ہے۔ مسلمانوں کے ہاں یہ مقولہ مشہور ہے کہ گائے کا گوشت کھائے بغیر ایمان تازہ نہیں ہوتا۔

ہندوؤں کے ہاں یہ بھی ایک مذہبی فریضہ تھا کہ کسی بھی شعبے میں کوئی مسلمان ترقی نہ کر سکے۔ ہم دوسروں کی مثالیں پیش کرنے کی بجائے اپنی مثال پیش کرتے ہیں۔ 1945ء میں ایئر فورس میں کمیشن کے لئے سروسز سلیکشن بورڈ میں گئے۔ تین دن زبانی اور عملی ٹیسٹ ہوتے رہے۔ آخری ٹیسٹ لینے والا جی ٹی او (گروپ ٹیسٹنگ آفیسر) مسلمان تھا۔ اس نے ہمیں الگ کر کے راز داری سے کہا۔۔۔ "مایوس نہ ہونا' تم تمام ٹیسٹوں میں ٹاپ کر رہے ہو' تمہاری سلیکشن یقینی ہے لیکن تمہیں سلیکٹ نہیں کیا جائے گا کیوں تم مسلمان ہو اور سلیکشن بورڈ پر ہندو افسر قابض ہیں"۔۔۔۔ ایسے ہی ہوا۔ 19 امیدواروں میں سے صرف دو کو سلیکٹ کیا گیا۔ دونوں ہندو تھے۔

یہ تو ہماری قوم کی خوش قسمتی تھی کہ محمد علی جناح جیسا لیڈر مل گیا جنہیں قوم نے قائداعظم کہا۔ قائداعظمؒ حکیم الامت علامہ اقبال کا انتخاب تھے۔ اقبال قوم کے نبض شناس تھے۔ لیڈر تو اور بھی بہت تھے۔

قوم کی نجات اور نظریہ پاکستان کی خاطر قائداعظمؒ میں جو جذبہ ایثار تھا اس کا یہی ایک ثبوت کافی ہونا چاہئے کہ بمبئی کے ایک ڈاکٹر نے ان کا معائنہ اور ٹسٹ کر کے بتایا کہ وہ ٹی بی کے مریض ہیں اور یہ مرض دونوں پھیپھڑوں میں پھیل چکا ہے' کام اور دیگر سرگرمیاں چھوڑیں' آرام اور علاج کریں لیکن قائداعظم نے ڈاکٹر کو سختی سے کہا کہ کسی کو پتہ نہ چلنے دے۔

اس ڈاکٹر نے قائداعظمؒ کے اس مرض پر پردہ ڈالے رکھا اور قائداعظمؒ نے تحریک پاکستان کی سرگرمیاں اور تیز کر دیں تا کہ مرنے سے پہلے قوم کو پاکستان کا تحفہ دے جائیں۔ ان کی جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ سارے کام دھندے چھوڑ کر شملہ یا ڈلہوزی جیسے صحت افزا مقام پر جا کر سینی ٹوریئم میں داخل ہو جاتا لیکن قائداعظمؒ نے قیام پاکستان کی مہم سر کرنے کے لئے جان کی بازی لگا دی۔

کیا ہم اپنے اس عظیم قائد پر ایسا شبہ کر سکتے ہیں کہ وہ قوم سے مخلص نہ تھا اور انگریزوں کے مفاد کے لئے کام کر رہا تھا؟

انگریزوں کا مفاد تو یہ تھا کہ برصغیر تقسیم نہ ہو تاکہ ایک اور اسلامی مملکت وجود میں نہ آسکے۔ انگریز ہندوؤں کی خوشنودی چاہتے تھے۔ انگریزوں کا مدبر سیاستدان اور سابق وزیراعظم ونسٹن چرچل اور اس وقت کا وزیراعظم ایٹلی پاکستان کا نام ہی نہیں سننا چاہتے تھے۔ برصغیر کا آخری وائسرائے لارڈ مونٹ بیٹن بھی قیام پاکستان کے حق میں نہیں تھا۔

مونٹ بیٹن نے قیام پاکستان کے خاصے عرصے بعد ایک کتاب لکھی تھی جس میں اس نے لکھا تھا کہ ہندوستان کی تقسیم کے بہت بعد اسے پتہ چلا تھا کہ محمد علی جناح ٹی بی کا مریض ہے۔ اگر اسے بروقت معلوم ہو جاتا تو وہ دو سال اور ہندوستان کی تقسیم روکے رکھتا' اتنے میں محمد علی جناح مر جاتا پھر پاکستان کبھی معرض وجود میں نہ آتا۔

یہ تھا انگریزوں کا مفاد لیکن قائداعظمؒ نے ٹی بی کی پرواہ نہ

کی اور ہمیں پاکستان دے کر دنیا سے رخصت ہوئے۔

ایک واقعہ اور سنئے۔ پاکستان اور ہندوستان آزاد ہوئے تو انہیں Dominions کا درجہ دیا گیا۔ ہندوستان کا پہلا گورنر جنرل لارڈ مونٹ بیٹن کو بنایا گیا۔ مونٹ بیٹن نے قائداعظمؒ سے کہا کہ دونوں مملکتوں کا وہ مشترکہ گورنر جنرل بنے گا یعنی پاکستان کا بھی لیکن قائداعظمؒ نہ مانے اور لگی لپٹی رکھے بغیر کہا کہ ہم اب آزاد ہیں اس لئے ہمارا گورنر جنرل پاکستانی ہو گا۔ مونٹ بیٹن نے کچھ تلخ کلامی بھی کی تھی لیکن قائداعظمؒ نے اس کا رعب قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا اور اپنی کابینہ کی منظوری سے خود گورنر جنرل بنے۔

اگر قائداعظمؒ انگریز نواز ہوتے تو اس آخری انگریز وائسرائے کے آگے جھکتے بھی اور اسے بسرو چشم پاکستان کا گورنر جنرل بنا لیتے۔

برصغیر کی تقسیم کے وقت جو خونریزی اور لوٹ مار ہوئی تھی، اس کا ذمہ دار قائداعظمؒ کو ٹھہرایا جاتا ہے۔ پاکستان میں قائداعظمؒ کے مخالفین اسی حوالے سے کہتے ہیں کہ قیام پاکستان قائداعظمؒ کی غلطی تھی، اگر پاکستان نہ بنتا تو یہ لاکھوں لوگ مرنے سے بچ جاتے۔ راجیش سیٹھی نے بھی یہی بات لکھی ہے۔

یہ دراصل سرحد پار کی آواز ہے جو پاکستان کے خلاف پروپیگنڈے میں دہرائی جاتی ہے۔ اس اتنے بڑے پیانے کی ہجرت اور قتل عام کے ہم عینی شاہد ہیں۔ ہم اپنے ان نوجوانوں سے مخاطب ہیں جن کے ذہنوں میں یہ پروپیگنڈہ ڈال کر قائداعظمؒ اور قیام پاکستان کے خلاف شکوک پیدا کئے جا رہے ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ جو علماء دین نظریہ پاکستان کے خلاف تھے انہوں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی تھی (جیسے راجیش سیٹھی نے لکھا ہے) کہ پاکستان بن گیا تو ہندوستان میں بسنے والے مسلمان کہاں جائیں گے۔ اگر وہ ایسی بات کہتے تو اس کا مطلب تھا کہ وہ تسلیم کر رہے ہیں کہ مسلمان ہندوؤں کے ساتھ نہیں رہ سکتے کیونکہ ہندو انہیں قبول نہیں کرتے اور مسلمانوں کو ہندوؤں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا جا سکتا۔ پھر وہ یہ بھی کہتے کہ انگریزوں کے دور حکومت میں ہندو مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کئے رکھتے ہیں تو پاکستان نہ بنا اور ہندو راج قائم ہو گیا تو پھر مسلمان کہاں جائیں گے؟

یہ علماء تو نظریہ پاکستان کے ہی خلاف تھے اور اس مخالفت میں ان کے ذاتی اور جماعتی مفادات تھے۔

اگر ہندو قیادت کی نیت صاف ہوتی اور نیت میں اسلام دشمنی نہ ہوتی تو یہ قتل عام نہ ہوتا۔ دونوں طرف سے ہجرت ہوتی اور یہ ہجرت پرامن ہوتی۔ قائداعظمؒ نے آبادی کے تبادلے کی قابل عمل تجویز پیش کی تھی جو مختصراً یوں تھی کہ جو مسلمان ہندوستان میں رہنا چاہتے ہیں اور جو ہندو، سکھ، عیسائی اور دیگر غیر مسلم پاکستان میں رہنا چاہتے ہیں انہیں پورے شہری حقوق دیے جائیں گے جن میں ان کے جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ سرفہرست ہو گا اور انہیں ہراساں نہیں کیا جائے گا۔

پھر اس تجویز میں یہ تھا کہ ان میں سے جو ایک سے دوسرے ملک کو مستقل طور پر ہجرت کرنا چاہیں گے انہیں سرکاری انتظامات کے تحت روانہ کیا جائے گا۔

ہمیں وہ وقت اچھی طرح یاد ہے۔ ہندو لیڈروں اور اخباروں نے قائداعظمؒ کی اس تجویز کا مذاق اڑایا تھا۔ ہندو اخباروں کے وہ کارٹون ہمیں یاد ہیں جن میں انہوں نے قائداعظمؒ کا مذاق اڑایا تھا۔ قائداعظم کی دوربین نگاہوں نے دیکھ لیا تھا کہ ہندوؤں کی نیت صاف نہیں اور ان کے عزائم بہت ہی خطرناک ہیں لیکن یہ تو نہیں ہو سکتا تھا کہ قائداعظمؒ قیام پاکستان سے دستبردار ہو جاتے۔

مسلمانوں کی اس خونریزی کی ہدایت کاری اور نگرانی ہندوستان کے پہلے وزیر داخلہ ولبھ بھائی پٹیل نے کی تھی جو مسلمانوں کا بڑا ہی زہریلا دشمن تھا۔ اس نے سکھوں کے لیڈر ماسٹر تارا سنگھ کو نقد رقم اور پولیس کی مدد دی تھی کہ مشرقی

پنجاب میں کوئی مسلمان نہ رہے۔ ریاست پٹیالہ اور نابھہ کے مہاراجوں کو حکم دیا گیا تھا کہ اپنی پوری فوج مسلمانوں کو مار بھگانے کے لئے استعمال کریں۔

مہاتما گاندھی جو عدم تشدد (اہمسا) کا پرچارک تھا اور ''ہندو مسلم بھائی بھائی'' کا نعرہ لگاتا پھرتا تھا' خاموش تماشائی بنا رہا۔ اس کے مقابلے میں پاکستان میں ہندوؤں سکھوں کے قتل کی جو وارداتیں ہوئیں وہ بمشکل دو فیصد ہوئی ہوں گی کیونکہ یہاں کوئی ایسا سرکاری پلان نہ تھا۔

محترم راجیش سیٹھی نے ہمارے جرنیلوں کے متعلق ایک رائے لکھی ہے جو ہم نے ایک قاری کی حیثیت سے ان کا حق سمجھتے ہوئے من و عن شائع کر دی ہے۔ ہم اس کا تفصیلی جواب اگلے شمارے میں دیں گے' یہاں مختصراً عرض کریں گے کہ پاک فوج کے تمام جرنیل اور ہر دور کے جرنیل اس زمرے میں نہیں آتے۔

ایک وہ جرنیل تھے جنہوں نے ستمبر 1965ء کی جنگ لڑی اور ملک و ملت کو سرخرو کیا۔ 1971ء کی جنگ میں بھی ایسے محب وطن جرنیل موجود تھے لیکن یحییٰ کے مارشل لاء میں جرنیلوں کا ایک گروہ ابھرا۔ یہ میدان جنگ کے نہیں بلکہ یحییٰ کے درباری جرنیل تھے۔ یہ گروہ بھٹو مرحوم اور پھر جنرل ضیاء مرحوم کے دور میں بھی موجود رہا اور اس گروہ نے تمام جرنیلوں کو بدنام کر دیا۔

آج کے جرنیل دیکھ لیں جو کارگل سیکٹر میں دندان شکن کامیابیاں حاصل کئے چلے جا رہے ہیں۔ ہم انہیں بدنام ہوتا نہیں دیکھ سکتے۔ پوری قوم ان کے ساتھ ہے۔

ہماری اس تحریر کو مکمل جواب نہ سمجھا جائے۔ ہم اگلے شمارے میں اپنا جواب اور اپنے جرنیلوں کے متعلق وضاحت مکمل کریں گے۔

(حکایت' جون' 1999ء)

سانحہ ہائے ارتحال

تحریک طلوع اسلام کے پرانے کارکن محترم عبدالمنان صاحب (مالاکنڈ ایجنسی) 23 مئی 1999ء کو وفات پاگئے -ادارہ ان کے اعزہ ولواحقین کے غم میں برابر کا شریک ہے- حق تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں مقام بلند عطا فرمائے-

---

بزم طلوع اسلام سوات کے رکن رفیع اللہ کے والد محترم 23 مئی 1999ء کو داغ مفارقت دے گئے -ادارہ مرحوم کے پس ماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے -دعا ہے مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب ہو-

---

نمائندہ بزم طلوع اسلام چنیوٹ محترم آفتاب عروج صاحب کے برادر گرامی وفات پا گئے ہیں- ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں مقام بلند عطا فرمائے -ادارہ مرحوم کے اعزہ اور پس ماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے-

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کے بعد نبوت کا ہر دعویٰ باطل ہے

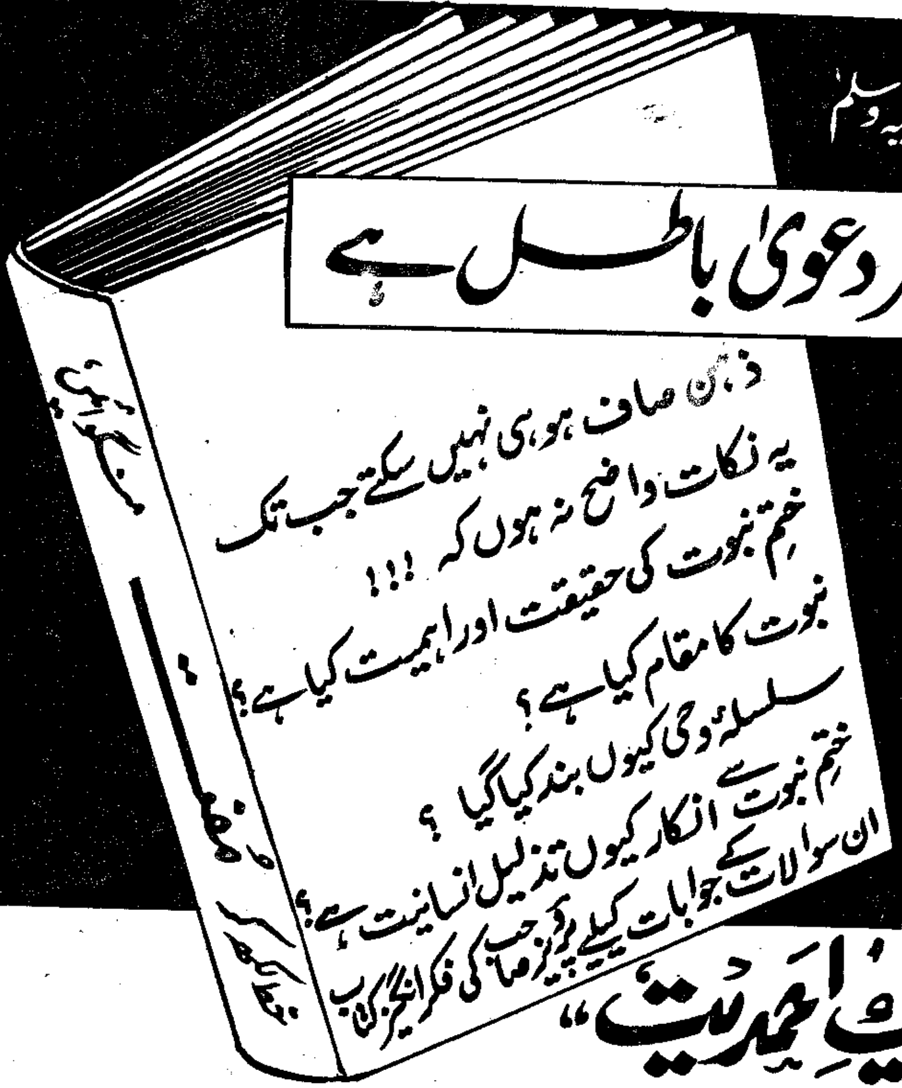

مسئلہ قادیانیت کا
قانونی فیصلہ تو ہو گیا
لیکن ذہن ابھی تک
صاف نہیں ہوئے

"ختم نبوت اور تحریک احمدیت"

طلوع اسلام ٹرسٹ B-25 گلبرگ II لاہور 54660 فیکس نمبر 042-5866617

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حیدر علی، راولپنڈی

قرآن سیکھیے! دنیا کو تباہی سے بچایئے

موجودہ دور میں انسانی معاشرہ شکست و ریخت کی کیفیت سے دوچار ہے۔ پوری دنیا خوف و حزن کے عذاب میں مبتلا ہے جس سے نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ سسٹم کا ایک ایک پرزہ کینسرزدہ مریض کی طرح بے بسی کی تصویر بنا ہوا ہے اور مسلم امہ بالعموم اور مملکت پاکستان بالخصوص ذلت اور تباہی کے مہیب گڑھے میں دھنستے چلے جا رہے ہیں۔ حالانکہ پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا تاکہ اس میں قرآنی اصولوں کے مطابق معاشرہ قائم کیا جا سکے مگر اس میں قرآنی نظام نہیں اپنایا گیا جس کے خوفناک نتائج آئندہ کئی نسلوں کو بھگتنے پڑیں گے۔ آج سرمایہ داری کا دور دورہ ہے جس نے مزدوروں کے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑنے کا تہیہ کیا ہوا ہے اور آبادی کی اکثریت غربت و افلاس کی زندہ مثال بن چکی ہے۔ مہنگائی نے سفید پوش طبقہ کی عزت کو بھی داؤ پر لگا دیا ہے۔ کرپشن معاشرہ کی رگ رگ میں رچی ہوئی ہے۔ ڈکیتی، چوری، قتل و غارت، اغوا اور رہزنی معمول بن چکے ہیں۔ تھانے، کچہریاں، عدالتیں، ہسپتال اور سرکاری دفاتر توہین انسانیت کی جیتی جاگتی مثالیں ہیں۔ تہذیب دم توڑ چکی ہے۔ ثقافت کو بھارت فتح کر چکا ہے۔ نوجوانوں نے مغربی طرز کی جنسی آزادی کو اپنا مقصد قرار دے رکھا ہے اور جسے ٹی وی، وی سی آر، ڈش اور سینما کے ذریعے سرکاری سرپرستی میں پروان چڑھایا جا رہا ہے۔ ان تمام حالات نے مل کر ہر فرد کو ایسے ایسے نفسیاتی امراض میں مبتلا کر رکھا ہے کہ وہ اپنا شمار نہ زندوں میں کر سکتا ہے اور نہ مردوں میں۔ سچ کہا تھا قرآن نے کہ جہنم کی آگ دلوں کو لپیٹ لیتی ہے اور یہ بھی کہا تھا کہ غلط نظام زندگی کی لائی ہوئی تباہی ایسے ایسے راستوں سے آتی ہے جن کی طرف کبھی تمہارا خیال نہیں جاتا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس صورتحال سے کیسے نکلا جا سکتا ہے۔ معاشرے میں امن و سکون کیسے پیدا کیا جا سکتا ہے ہر فرد کو ضروریات زندگی کیسے مہیا کی جا سکتی ہیں۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ ایسا ممکن ہے اور تباہی سے بچا جا سکتا ہے۔ اس کے لئے کرنا یہ ہو گا کہ فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○ (2:38)- جو بھی قرآن کریم کا اتباع کرے گا اسے نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ کوئی حزن۔ اور قرآن کریم کے قوانین کے مطابق نظام معاشرہ قائم کرنے کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا (11:6) کوئی کسی کا محتاج نہ ہو گا اور نظام معاشرہ افراد کی ضروریات زندگی کا کفیل ہو گا۔ وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ (55:10) وسائل رزق کسی شخص یا گروہ کی ذاتی ملکیت میں نہیں ہونگے۔ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ (53:39) ہر شخص کو اس کی محنت کا پورا معاوضہ ملے گا۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ (17:70) تمام انسان یکساں واجب التکریم ہونگے۔ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ (2:256) اس میں کسی پر کوئی جبر و اکراہ نہیں ہو گا۔ كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً (2:213) نوع انسان پہلے کی طرح امت واحدہ بن جائے گی اور اس طرح زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھے گی۔ وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا (39:69) یہ ہے نظام قرآن کریم کا جس پر عمل پیرا ہو کر حضور نبی کریمؐ نے تاریخ کا رخ موڑ دیا جس پر مغرب کے مفکرین آج بھی

انگشت بدنداں ہیں۔

اب اس ٹارگٹ تک کیسے پہنچا جا سکتا ہے اس کے متعلق قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ

(13:11) اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ اپنے ذہنی تصورات اور قلبی کیفیات میں تبدیلی نہ پیدا کرے۔

اور اس کے لئے بعینہ وہی طریقہ کار اختیار کیا جائے گا جو حضور نبی کریمؐ نے اختیار کیا تھا۔ یعنی **یعلمھم الکتاب** (2:129) قرآن کریم کی تعلیم و تدریس۔ کیونکہ **الرحمٰن ○ علم القراٰن ○** (55:2) رحمٰن نے صرف قرآن کی تعلیم دی اور یہ بھی بتا دیا کہ **اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ** (7:3)۔ تم صرف اسی کا اتباع کرو جو تمہارے رب نے تمہاری طرف نازل کیا اور اس کے ساتھ دوسرے اولیاء کا اتباع نہ کرو۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ خارجی حالات داخلی (ذہنی) تصورات کا عکس ہوتے ہیں اس لئے ہمیں سب سے پہلے اپنے ذہنی تصورات و اعتقادات کو قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق بنانا ہو گا اور ان میں سے غلط عقائد کے لات، منات اور عزیٰ کو تہ تیغ کرنا ہو گا لیکن یہ سب کچھ اسی وقت ممکن ہو گا جب ہم یہ جان لیں گے کہ ہمارے ذہنی تصورات و عقائد کے بارے میں قرآن کریم کیا کہتا ہے۔ اس لیے اگر ہم اپنے آپ کو اور آئندہ آنے والی نسلوں کو ذلت اور تباہی سے بچانا چاہتے ہیں تو قرآن کریم کی تعلیمات کو سمجھنا شروع کریں اور ساتھ ہی ساتھ اپنے ذہنی تصورات و معتقدات کو بدلتے جائیں۔ اور اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو صورتحال وہی ہو گی جس کے متعلق علامہ اقبال نے کہا تھا۔

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

تبلیغ دین میں آپ بھی حصہ لیجئے

زندگی کی روز افزوں مصروفیات کے باعث دینی کتب کا مطالعہ ہر کسی کے لئے ممکن نہیں رہا جس کے پیش نظر ادارہ نے اہم موضوعات پر چھوٹے چھوٹے پمفلٹس شائع کر کے متلاشیان حق تک پہنچانے کا ملک گیر پروگرام ترتیب دیا ہے۔ اس پروگرام پر سال 1999ء کے لئے اخراجات کا تخمینہ اڑھائی لاکھ روپے ہے، تبلیغ دین کا فریضہ چونکہ ہر مسلمان پر عائد ہوتا ہے اس لئے تمام مسلمانوں خاص طور پر فکر قرآنی میں دلچسپی رکھنے والے حضرات سے درخواست ہے کہ حسب استطاعت مالی معاونت فرما کر تبلیغ دین کے اس پروگرام کو کامیاب بنائیں۔

عطیات نیشنل بنک مین مارکیٹ برانچ گلبرگ، لاہور

اکاؤنٹ نمبر 3082-7 میں یا براہ راست ادارہ طلوع اسلام

25-B، گلبرگ 2، لاہور کے نام ارسال فرمائیں۔

ایاز حسین انصاری

چیئرمین ادارہ طلوع اسلام

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

(اشتہار)

محترم المقام جناب محمد نواز شریف صاحب وزیراعظم پاکستان

السلام علیکم ورحمتہ اللّٰہ وبرکاتہ'

عنوان : ربّانی معاشرہ

یوم تکبیر مبارک ہو۔ یوم تکبیر کی تکمیل اس وقت ہو گی جب اسلامی جمہوریہ پاکستان میں خاتم النبیّین' رحمتہ اللعٰلمین حضرت محمد مصطفیٰؐ پر نازل شدہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ رَبّ العٰلمینی کی اساس پر ربّانی معاشرہ قائم ہو گا۔ لیکن بدقسمتی سے دورِ غلامی کا زائیدہ اور انگریز کا مراعات یافتہ' سرمایہ دار اور جاگیردار طبقہ ربّانی معاشرہ کے قیام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اس لئے کہ قرآنی اصول و قوانین کے نفاذ سے ان کے مفادات پر زد پڑتی ہے۔

مراعات یافتہ طبقہ کے برعکس مسلوب الحقوق عوام کا مطالبہ "ربّانی معاشرہ" کا قیام ہے۔

جنابِ عالی ! ایٹمی قوت کا مظاہرہ کرنے کے بعد قوّتِ قرآنی سے "ربّانی معاشرہ" کے قیام کا دھماکہ بھی کر دیجئے۔ اِسلام کا نام لیوا پورا پاکستان آپ کے ساتھ ہے۔ مسلم سکالرز پر مشتمل کمیٹی قائم کیجئے جو صرف اور صرف قرآن کریم کی روشنی میں نظامِ معاشرہ کی تشکیل کیلئے لائحۂ عمل تیار کریں۔ اس طرح جمہوریت میں ربوبیت کی روح بھی آجائے گی اور بقول اقبالؒ ہم کہہ سکیں گے کہ ؎

کس دریں جا سائل و محروم نیست
عبد و مولا حاکم و محکوم نیست

والسلام
ملک محمد حنیف وجدانی
صدر باغبان ایسوسی ایشن
معرفت PO موہڑہ سیداں' مری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حقائق و عبر

"حکومت نے جہیز و شادی کے دیگر تحائف کے لین دین پر قانونی پابندی عائد کرنے کیلئے سینٹ میں بل پیش کر دیا ہے۔ سینٹ سے منظوری کے بعد بل کو قومی اسمبلی میں پیش کر دیا جائے گا۔ پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سے بل کی منظوری کے بعد اپنی بیٹی کو بیس ہزار روپے سے زیادہ رقم کا جہیز دینے والے والدین اور شادی کے موقع پر اپنی دلہن کو 20 ہزار روپے سے زیادہ قیمتی تحائف دینے والے دولہا کو چھ چھ ماہ قید کی سزا بھگتنا ہو گی"۔

(روزنامہ چٹان' 8 جون 1999ء)

طلوعِ اسلام

جہیز کے متعلق مذکورہ قانون یا اس کا مسودہ ہماری نظر سے نہیں گذرا۔ اس لئے اس کے متعلق ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ البتہ اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کریم میں اس کے متعلق کچھ نہیں آیا۔ یہ محض ایک رسم ہے۔ اسے ہم نے ہندوؤں کی دیکھا دیکھی اپنے ہاں رائج کر لیا۔ ہندو دھرم میں لڑکی کو وراثت میں حصہ نہیں ملتا۔ اس لئے' لڑکی کو گھر سے رخصت کرتے وقت اس کے ماں باپ اسے کچھ دے دیتے تھے جسے "کنیا دان" یا لڑکی کے لئے خیرات کہا جاتا تھا۔ ہمارے ہاں غالباً وہیں سے یہ رسم آئی ہے۔ قرآنِ کریم میں' اس کے برعکس' مرد کے لئے ضروری ہے کہ وہ نکاح کے وقت اپنی ہونے والی بیوی کو کوئی تحفہ دے۔ اسے مہر کہا جاتا ہے۔ لڑکی والوں سے کچھ لینے کا تصور ہی قرآن میں نہیں۔

مروجہ جہیز کی ایک شکل تو یہ ہے کہ ایک باپ' برضاورغبت' اپنی بیٹی کو' گھر سے وداع کرتے وقت' بکمال محبت' کچھ دیتا ہے۔ اسے کون سا قانون روک سکتا ہے اور کون سا معاشرہ اسے معیوب قرار دے سکتا ہے؟--- محبت کی رسمیں نہ ترکی نہ تازی۔

اس کی دوسری شکل وہ ہے جو ہمارے ہاں کے امراء کے ہاں رائج چلی آتی ہے۔ یعنی وہ محض نمود و نمائش کی خاطر بیٹی کو جہیز دیتے ہیں۔ اگر اس میں کسی جبر کو دخل نہیں تو یہ بھی چنداں معیوب نہیں۔ البتہ اس سے یہ خرابی ضرور پیدا ہوتی ہے کہ ایسے لوگ جو اتنا دینے کی استطاعت نہیں رکھتے' جذبۂ مسابقت کی بنا پر' قرض اٹھا کر جہیز دیتے ہیں اور اکثر و بیشتر اجڑ جاتے ہیں۔ اس خرابی کے پیش نظر' بہتر ہو کہ جہیز کی نمائش روک دی جائے۔

اس کی تیسری شکل وہ ہے جو آج کل عام ہو رہی ہے۔ اور ایک طرف باعث تذلیل انسانیت' اور دوسری طرف غریب والدین کے لئے تپ دق کا موجب بن رہی ہے۔ یعنی لڑکا (یا لڑکے والے) مطالبہ کرتے ہیں کہ اتنا جہیز دیا جائے تو ہم رشتہ لیتے ہیں۔ اس قسم کا مطالبہ اس قدر شرمناک ہے جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ نتیجہ اس کا یہ ہے کہ غریب ماں باپ کی لڑکیوں کے بال گھر بیٹھے سفید ہو جاتے ہیں' اور ماں باپ بچارے ان کے غم میں کڑھ کڑھ کر مرجاتے ہیں۔ قانون اس باب میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اگر اس صورت حال میں قانون جہیز

دینے والے کو مجرم قرار دیتا ہے تو یہ انتہائی زیادتی ہے۔ ذرا سوچئے کہ ایک شخص کے ہاں تین بیٹیاں ہیں۔ بڑی لڑکی کے لئے بڑی تلاش کے بعد مناسب رشتہ ملتا ہے۔ لیکن لڑکے والوں کا مطالبہ ہے کہ اتنا جہیز دو تو ہم رشتہ لیتے ہیں۔ فرمایئے' وہ بیچارہ کیا کرے؟ ان کا مطالبہ پورا نہ کرے تو بیٹیوں کو گھر بٹھا رکھے؟ اس مجبوری کے عالم میں جہیز دینے والے کو مجرم قرار دینا ایسا ہی ہو گا جیسے کوئی شخص کسی کے سینے پر پستول رکھ کر اس کا بٹوہ طلب کرے اور وہ اسے بٹوہ دے دے۔ اور قانون بٹوہ دینے والے کو مجرم قرار دیدے کہ تم نے بٹوہ دیا کیوں؟ اگر جہیز دینے والے کو مجرم قرار دیا جائے تو وہ جہیز کو اس شکل میں لے گا ہی کیوں جس کا قانونی ثبوت مل جائے۔ وہ نقد وصول کرے گا اور لڑکی والے بیچارے زبان تک نہیں کھول سکیں گے کہ اس سے لڑکی پھر گھر آبیٹھے گی۔ لہٰذا' قانون اس کی اصلاح بھی نہیں کر سکے گا۔

یورپ میں ماں باپ' اپنی لڑکی سے' نابالغیت کی عمر تک تعلق رکھتے ہیں۔ اس کے بعد' اس کی کوئی ذمہ داری ان کے سر پر نہیں ہوتی۔ اس لئے وہاں' جہیز دے کر لڑکی کے رشتے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہاں لڑکی اور لڑکا باہمی رضامندی سے خود شادی کر لیتے ہیں۔ لیکن ہمارے ہاں ماں باپ کے سر لڑکی کی ذمہ داری آخری دم تک رہتی ہے' اس لئے لڑکی کا رشتہ ماں باپ نے کرنا ہوتا ہے۔ لڑکے والے اسی کو (Exploit) کرتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ مطالبہ پیش کر دیتے ہیں۔

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ لڑکیاں تو کم و بیش ہر ایک کے ہاں ہوتی ہیں' اس لئے اپنے لڑکے کا رشتہ کرتے وقت جہیز کا مطالبہ کرنے سے وہ اتنا کیوں نہیں سوچتے کہ کل کو یہی صورت ان کے ہاں بھی پیدا ہو جائے گی جب انہیں اپنی لڑکی کا رشتہ کرنا ہو گا۔ اس کے جواب میں وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے لئے تو یہ صورت ایک دن پیدا ہونی ہے۔ ہم دوسروں سے اتنا کچھ کیوں نہ لے لیں جو اپنی لڑکی کو دے سکیں؟۔ آپ نے دیکھا کہ جب کوئی برائی معاشرہ میں عام ہو جاتی ہے تو وہ کس طرح دائرۃ السوء (Vicious Circle) کی شکل اختیار کر لیتی ہے؟

ان خرابیوں کی اصلاح قانون کے ذریعے نہیں ہو سکتی۔ ان کی اصلاح صحیح تعلیم کی رُو سے ہو سکتی ہے۔ لڑکوں کی تعلیم و تربیت اس انداز سے ہو کہ وہ اس قسم کے مطالبہ کو اپنے لئے باعثِ ننگ تصور کریں' اور شادی کو زندگی کا ایک مقدس فریضہ سمجھ کر' باہمی مودّت و محبت کی بنا پر اس رشتہ کو استوار کریں۔ اسی سے ان میاں بیوی کی زندگی بھی فردوس بداماں ہو گی' اور ان دو خاندانوں کے روابط بھی خوشگوار اور محکم رہیں گے۔

تاریخی یادداشتیں

سوال یہ ہے کہ قرآن کا دین موجودہ مذہب میں کس طرح تبدیل ہو گیا؟ غیر قرآنی نظریات' تصورات' معتقدات کہاں کہاں اور کن کن راستوں سے در آئے؟ دانشور حضرات اس موضوع پر روشنی ڈال سکیں تو راقم ممنون ہو گا۔

ملتمس : ایم۔آر راجہ (کینیڈا) معرفت ادارہ طلوعِ اسلام' 25بی گلبرگ 2' لاہور

تقدیم به روان پاک پرویز

عبدالغفور محسن

دیده ام مردی دلاور آدمی — در زمین خشک مارا چون یمی
فکر آزادی اگر داری بیا — تا شوی واقف به آن مرد صفا
داشت ادراک خم و پیچ ادب — لهجه شیرین و اسلوب عرب
رسم هندو داستانهای یهود — این سلاسل از دم او بی وجود
فرقه سازی درنگاه او عذاب — کرد این دنیا و عقبی هم خراب
حق مسکین دادن و لطف عمیم — گفت این دولت به از خروارسیم
حاصل بی محنتی باشد ربوا — **لیس للانسان الا ما سعٰی**
فلسفه های علوم شرق و غرب — دید و باشمشیر قرآن کرد ضرب
نطق او گویی گلستانی شگفت — هر نفس فرموده اقبال گفت
"گر تومی خواهی مسلمان زیستن — نیست ممکن جز به قرآن زیستن"
زندگی را گفت مثل سلسبیل — مرگ ماپابند یک بانگ رحیل
بود دانای مقام انبیاء — خوشه چین هم از پیام انبیاء
سنگ دشنام و غم تنهائی خورد — فتوی های کفر و صد رسوائی برد
او سوی دشنام و رسوائی ندید — از جهالت مثل شاهینی پرید
آفتاب روشن قرآن بدید — پرده های گونا گون ازوی درید
حکمت قرآن زآیاتش گرفت — بهر درک معنی زین و آن گسست
برلبش آمد چونام مصطفیٰ — چشم او بارید اشک بی بها
فخر او نام غلام احمد است — در مسلمانی غلام احمد است

تدوین و تحقیق

حسین قیصرانی

فہرست موضوعات آڈیو درس قرآن--از پرویز صاحب،

(گذشتہ سے پیوستہ)

سورہ المائدہ

آڈیو نمبر	تاریخ	آیات	موضوعات
1	14-03-71	5/3-5	بعض معاملات کو اللہ اپنی طرف کیوں منسوب کرتا (کرواتا) ہے؟ اہلِ کتاب کے ہاں کھانا پینا- نکاح سے مقصود- خفیہ شادیاں- مرد کو عورت پر کس لحاظ سے فوقیت حاصل ہے؟ حرام اشیاء کی فہرست- ذبحے پر اللہ کا نام لینا کیوں ضروری ہے؟ غیر ممالک میں حلال گوشت کا مسئلہ- لاٹری' فالیں' بانڈز' انعامی سکیمیں اور قرعہ اندازی کیوں حرام ہیں؟ سر سید کا ایمان افروز واقعہ- تکمیلِ دین سے مراد-
2	21-03-71	5/6	اختلافِ قرات کا عقیدہ اور اس کے تباہ کن اثرات-
3	28-03-71	5/6-11	اجتماعاتِ صلوٰۃ کے لئے وضو کی ضرورت کیوں؟ پاؤں کا دھونا یا مسح کرنا- تیمم سے جب صفائی کا مسئلہ حل نہیں ہوتا تو پھر اس سے مقصود کیا ہے؟ عدل کی تاکید- اہلِ پاکستان پر اللہ کی نعمتیں **(1947, 1965)**-
4	04-04-71	5/12-19	قرآن اور فلسفۂ تاریخ- نقیب کا مفہوم- بنی اسرائیل میں بارہ "نقیب" کیوں مقرر کئے گئے؟ آنے والے کا عقیدہ- ختمِ نبوت کی ضرورت آخر کیوں پڑی؟
5	11-04-71	5/20-26	نعماء خداوندی کیسے اور کس کو ملتی ہیں؟ اور یہ نعماء کیسے اور کیوں چھن جایا کرتی ہیں؟
6	18-04-71	5/27-36	ہابیل و قابیل کے مروجہ قصہ کی اصل حقیقت- یہ واقعہ انسانی نفسیات کی مختلف کیفیات کا بیان ہے- اس سلسلہ میں تفسیری افسانہ طرازیاں- قتل کا جذبہ محرکہ حسد تھا- "لاش" کا مسئلہ- انسانی جان کی قدر و قیمت- جرمِ بغاوت کی سزا- "وسیلہ" کا غلط مفہوم اور اس کے نتائج-
7	25-04-71	5/37-44	حدود اور تعزیرات- سرقہ (چوری) کی سزا- قطعِ ید کے معنی- کیا چور کی سزا ہاتھ کاٹنا ہوگی- ہر نبی صاحبِ کتاب ہوتا تھا- کفر اور اسلام میں حدِ فاصل-

8	02-05-71	5/45-50	زخموں کے قصاص کا معاملہ (آنکھ کے بدلے آنکھ وغیرہ)- قرآن کے مصدق اور مہیمن ہو[نے] کا مفہوم- شخصیت پرستی اور اس کی تباہیاں- شریعت کیا ہوتی ہے؟ کفر اور اسلام میں خطِ امتیاز
9	16-05-71	5/51-56	کفار کے ساتھ تعلق داری- امتِ مسلمہ کے دوست- ارتداد اور مرتد کے معنی- مانعینِ زکوٰۃ کے خلاف جہاد-
10	23-05-71	5/57-64	دین سے تمسخر کرنے والوں سے علیحدہ ہو جاؤ- دین سے تمسخر کے عملی مظاہرے- اس میں مذہبی پیشوائیت کا بڑا اہم کردار ہے-
11	30-05-70	5/65-69	ایمان و تقویٰ کا نتیجہ "برکاتِ ارضی" اور "برکاتِ سماوی" ہے- اللہ کی طرف سے عطا فرمودہ دین نہ قومی ہے نہ نسلی اور نہ ہی وطنی- قرآن' عالمگیر انسانیت کے لئے ہے-
12	06-06-70	5/70-86	قتلِ انبیاء سے کیا مراد ہے؟ حضرت مسیحؑ اور قرآن- جلبِ منفعت و دفعِ مضرت اور انسان- عیسائیوں اور یہودیوں کے غلط عقائد- تکذیبِ دین تو اب مسلمان بھی کرتے ہیں-
13	13-06-70	5/87-90	تصوف کی تباہ کاریاں- لغو قسموں کا کفارہ- فالیں' قرعہ اندازی' جواء وغیرہ کیوں عملِ شیطان ہیں؟
14	20-06-70	5/91-102	خمر' میسر' انصاب اور ازلام کی بحث- انہیں عملِ شیطان سے کیوں تعبیر کیا گیا ہے؟ دین بے جا جکڑبندیوں کا نام نہیں- پابندی صرف حدود اللہ کی ہے- حالتِ احرام میں مختلف پابندیاں کیوں؟ "طعامہ" کا مفہوم- خبیث کی کثرت اور اس سے تدارک- احکامِ قرآنی کی جزئیات- جزئیات کو غیر متبدل مان لینے کے نتائج-
15	27-06-70	5/102-105	ختمِ نبوت اور مقامِ انسانیت- ختمِ نبوت سے انکار کیوں تذلیلِ انسانیت ہے؟ اسلامی نظام- تکمیلِ دین-
16	11-07-71	5/106-120	ہماری روایات اور تفسیریں- کوائفِ حضرت عیسیٰؑ- معجزات کی حقیقت- "مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ" کا قرآنی مفہوم- عید کے معنی- عیسائیوں کے باطل عقائد کی تردید- قرآن کا معاشی نظام- **(اختتام سورہ المائدہ)**

طلوع اسلام ٹرسٹ نے وابستگانِ فکرِ قرآنی کی سہولت کے لئے گذشتہ پانچ سالوں کی روایت برقرار رکھتے ہوئے امسال بھی آڈیوز اور ویڈیوز کی قیمتوں میں کوئی اضافہ نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے-

پروفیسر ڈاکٹر زاہدہ درانی

ایگزیکٹو ہیڈ طلوع اسلام ٹرسٹ

پاکستان میں
علامہ غلام احمد پرویزؒ
کا درس قرآن کریم مندرجہ ذیل مقامات پر ہوتا ہے

شہر	مقام	دن	وقت
1- اسلام آباد	برمکان 302 سٹریٹ 57 - سیکٹر F 11/4 رابطہ: جناب انعام الحق ملک صاحب فون: 290900	بروز اتوار	ساڑھے 10 بجے صبح
2- ایبٹ آباد	234 کے۔ ایل کیہال۔ رابطہ: گل بہار صاحبہ	بروز منگل	4 بجے شام
3- ایبٹ آباد	234 کے۔ ایل کیہال۔ رابطہ: شیخ صلاح الدین	ہر روز	عندالطلب
4- اوکاڑہ	برمکان احمد علی A-180 شادمان کالونی رابطہ: شیخ احسان الحق فون: 520258/520270	جمعتہ المبارک	3 بجے شام
5- بوریوالا	برمکان محمد اسلم صابر۔ مرضی پورہ گلی نمبر 5 رابطہ: فون: 55438	پہلا اور تیسرا اتوار	3 بجے دوپہر
6- بوریوالا	رہائش گاہ ڈاکٹر محمد اسلم نوید فون: 54590	دوسرا اور چوتھا جمعہ	ساڑھے 3 بجے
7- بہاولپور	ریحان چپل سٹور مچھلی بازار رابطہ: بشیر احمد فون 876785	جمعتہ المبارک	2 بجے بعد دوپہر
8- پشاور	دفتر جناب عبداللہ ثانی صاحب ایڈووکیٹ۔ کابلی بازار۔ رابطہ فون: 840945	ہر بدھ و جمعہ	5 بجے شام
9- پشاور	اکبر پورہ۔ محلہ گڑھی زرداد رابطہ: محترم لیاقت علی طاہر فون: 2990190	بروز ہفتہ	8 بجے شام
10- پشاور	برمکان ابن امین فقیر آباد	جمعتہ المبارک	4 بجے شام
11- پیر محل	مکان نمبر 140/139- مدینہ پارک	ہر ماہ پہلا اتوار	9 بجے صبح
12- پنج کسی	برمطب حکیم احمد دین	جمعتہ المبارک	3 بجے شام
13- جہلم	برمکان محترم قمر پرویز مجاہد آباد' جی۔ ٹی روڈ	اتوار	9 بجے صبح
14- جلالپور جٹاں	یونائیٹڈ مسلم ہسپتال	جمعرات	10 بجے صبح
15- چنیوٹ	ڈیرہ میاں احسان الٰہی کونسلر بلدیہ پیر ہٹہ بازار	جمعتہ المبارک	بعد نماز جمعہ
16- چک 215 ای۔ بی	شاہین پٹرولیم' اڈا کوارٹر	اتوار	9 بجے صبح

شہر	مقام	دن	وقت
17- حیدر آباد	محترم ایاز حسین انصاری R 12 حیدر آباد ٹاؤن' فیز نمبر2 قاسم آباد بالمقابل نسیم نگر رابطہ فون۔ 654906	جمعتہ المبارک	بعد نماز عصر
18- دائرہ دین پناہ	(تحصیل کوٹ ادو) دفتر نزد P/O رابطہ فون: 480190' درس کے علاوہ لائبریری کھلی رہتی ہے۔	بروز اتوار	11 بجے صبح
19- راولپنڈی	فرسٹ فلور' کمرہ نمبر114' فیضان پلازہ۔ کمیٹی چوک	جمعتہ المبارک	4 بجے شام
	رابطہ۔ چوہدری نثار احمد۔ فون: 051-74752-542985	اتوار	4 بجے شام
20- سرگودھا	60- اے سول لائنز' ریلوے روڈ۔ رابطہ فون: 720083	جمعہ	5 بجے شام
21- سرگودھا	B-4 گلی نمبر7 بلاک 21 نزد مکی مسجد چاندنی چوک رابطہ: ملک محمد اقبال فون (711233)	منگل	7 بجے شام
22- فیصل آباد	23- سی پیپلز کالونی (نزد تیزاب مل) رابطہ: ڈاکٹر محمد حیات ملک۔ فون: 720096	ہر جمعتہ المبارک	3.30 بجے شام
23- کراچی	105- سی بریز پلازہ' شاہراہ فیصل	اتوار	9.30 بجے صبح
	رابطہ کرنل خان ادیب احمد۔ فون: 4550546-4558498	جمعہ	5 بجے شام
24- کراچی	ڈبل سٹوری نمبر16 گلشن مارکیٹ' 36/C	اتوار	11.30 بجے صبح
	ایریا کورنگی 5 رابطہ محمد سرور' فون: 312631-5046409 درس کے علاوہ بھی لائبریری کھلی رہتی ہے۔	بروز جمعہ	بعد نماز مغرب
25- کراچی صدر	ہوٹل جبیں ہال۔ عبداللہ ہارون روڈ کراچی رابطہ: محمد اقبال' فون 5892083	اتوار	10 بجے صبح
26- کراچی لانڈھی	مجاہد ڈیری فارم' پی۔ ایم۔ ٹی۔ ف روڈ۔ لانڈھی رابطہ: آصف جلیل۔ فون نمبر: 5801701	ہر جمعتہ المبارک	3 بجے دوپہر
27- کراچی	بررہائش معین الدین' مکان نمبر1070' بالمقابل پراچہ ہسپتال محمد پور' قصبہ اسلامیہ کالونی نمبر1' رابطہ فون 6657224-6666321	ہر اتوار	دوپہر 3 بجے
28- کوہاٹ	برمکان شیر محمد' نزد جناح لائبریری	اتوار	8 بجے صبح
29- کوئٹہ	صابر ہومیو فارمیسی توغی روڈ۔ رابطہ فون: 825736	اتوار	4 بجے شام
30 گوجرانوالہ	شوکت نرسری گل روڈ' سول لائنز	جمعتہ المبارک	بعد از نماز جمعہ
31- گجرات	مرزا ہسپتال' کچہری روڈ	جمعرات	3 شام
32- گھوئیکی' سیالکوٹ	برمکان محمد حسین گھمن	ہر ماہ پہلا اتوار	صبح 9 بجے

شہر	مقام	دن	وقت
33- لاہور	25- بی گلبرگ III (نزد مین مارکیٹ)	اتوار	9 بجے صبح
34- لاڑکانہ	برمکان اللہ بخش شیخ نزد قاسمیہ مسجد محلہ جاڑل شاہ فون 42714	جمعۃ المبارک	بعد نماز عصر
35- ملتان	شاہ سنز بیرون پاک گیٹ	جمعۃ المبارک	9 بجے شام
36- ماموں کانجن	برمکان ڈاکٹر (ہومیو) محمد اقبال عامر چک 509 گ ب رابطہ فون: 345-04610	جمعۃ المبارک	بعد نماز جمعہ
37- منگورہ سوات	ڈیرہ اقبال ادریس، عقب مہران ہوٹل گرین چوک فون: 710917	ہر جمعہ	بعد نماز جمعہ
38- نواں کلی صوابی	رابطہ سید الطاف حسین ٹیچر	اتوار	صبح 10 بجے
39- رانی پور	اوطاق ڈاکٹر سلیم سومرو سومرو محلہ رابطہ شفیع محمد سومرو	جمعۃ المبارک	بعد نماز عشاء
40- واہ کینٹ	برمکان ایم یعقوب محمود، B-336/5، لین نمبر 7 نزد گرلز ہائی سکول نمبر 8، لالہ رخ، فون: 0596-511621	بروز بدھ	بعد نماز عصر
41- میانوالی	برمکان حاجی اعظم خان واندھی گھنڈ والی فون: 33647	اتوار	صبح 9 بجے
42- عارف والہ	ڈاکٹر ارشاد احمد دانش، کلینک چک نمبر 117/EB	دوسری، چوتھی جمعرات	بعد نماز عشاء

علامہ غلام احمد پرویزؒ کی جملہ تصانیف اور ماہنامہ طلوع اسلام کا تازہ شمارہ بھی انہی جگہوں پر دستیاب ہے۔ تحریک طلوع اسلام سے متعلق استفسارات مندرجہ بالا مقامات پر موجود کارکنان تحریک کے حوالہ کیجئے۔ جواب ادارہ سے براہ راست دیا جائیگا۔

تصحیح

گذشتہ ماہ ''طلوع اسلام'' میں صفحہ نمبر **42** پر بزم بورے والا کی رپورٹ شائع ہوئی تھی براہ مہربانی رپورٹ کی پانچویں سطر میں ''کچھ دنوں'' کی بجائے ''**7** ماہ'' پڑھا جائے۔ نیز پندرھویں سطر کو اس طرح پڑھا جائے۔ ''بورڈ دوبارہ اپنی پسند کی جگہ کچہری کے سامنے لگا دیا گیا ہے''

DARS-E-QURAN IN FOREIGN COUNTRIES

CANADA	627 The West Mall, Suit-1505 Etobicoke, ONT M9C 4W9 Ph. (416) 245-5322	First Sunday of the Month	1100 Hrs
DENMARK	Mr. M. Afzal Khiliji Gammel Kongevej, 47, 3.th, 1610 Kohenhavn V	Last Saturday of the Month	1900 Hrs
NORWAY	Galgeberg, 4th Floor Trosvik Snippen-3 1670, Fredrikstad	Every Sunday	1200 Hrs
ENGLAND	76 Park Road, Ilford Essex London Ph. 0181-553-1896	First Sunday of the Month	1430 Hrs
ENGLAND	72 Herent Drive Clayhall, Iiford Essex - London Contact: Mrs. Rubina Khawja 0181-550-3893 or Mrs. Surraya Farhat 0181-553-1896 (Halqa-e-Khawateen London Bazam)	Last Sunday of the Month	1430 Hrs

BOOK REVIEW

****

Name of the Book	:	*QURANIC PERMANENT VALUES*
Author	:	**G.A. Parwez**
Translator	:	**Paigham Mustafa**
Published	:	1998 in the United Kingdom
	:	By Signature Publications
	:	Distributed by Bazme Tolu-e-Islam
	:	*76 Park Road. Ilford Essex*
	:	*IG1 I8F U.K.*

****

"Quranic Permanent Values" is the title given to the translation of Six Lectures originally recorded on audio tape in Urdu. In his introduction G.A. Parwez states that generally it is said the language used in his books or speeches is difficult. This is so because "the professionals studying this subject are knowledgeable and to convey exact knowledge to them requires precise descriptions which sometimes necessitates the use of words not commonly used." However, he sympathised with the non-professionals who form the majority and presented Six Lectures in an easy to understand language.

The noteworthy thing in Parwez's Six Lectures is that he has used the technique of explaining even the most abstruse concepts through concrete images. This method is very effective and leaves a lasting impact. Even a more literate person or a pre-college or high school student can easily grasp the essence of the Islamic system and the world-view on which it is based. Parwez is indeed a past master in reaching out to all sections of society and all age groups. Paigham Mustafa also Says: "I was struck by the way that Parwez was able to describe complex issues in a very simple manner....."

The issues tackled comprehensively and extremely succinctly are: Permanent Values 2. The Laws of Requittal 3. God is never unjust 4. The individual and the Community 5. How individuals become a community 6. Government belongs to the community.

Paigham Mustafa has done a great service by rendering these lectures into English for a wider English speaking readership. He has remained faithful to the text in spirit and style of the author. It is readable. The translator has rendered another service by giving one sentence brief summary in the column on the first page of each lecture concerned.

However, in the "Translator's Note" G.A. Parwez has been introduced as "The Controversial Scholar and lecturer". We would rather describe him as a "challenger of the status quo and a scholarly orator." The word controversial has a negative connotation. As for the word "lecturer" it is a technical term used by the education department (at least in Pakistan) for the one who starts a teaching career in college before being promoted as an assistant professor.

On the whole the total affect of this presentation is very pleasing. Not to say this would be stingy on our part.

****

days of revelation, people did not have the same understanding and scientific background that we have today. Can you imagine God offering a literal description of evolution to the people living at the time of the prophets? It would have seemed even more strange and phenomenal than the present account! By talking in metaphors, God may have been securing the meaning of his contexts against the effects of time, almost like a code-language. As further scientific discoveries and religious insights are made, we may obtain a better understanding of the true meaning of God's message. All in all, a lot of brain cells are going to have to die before we can adequately decipher God's "poetry."

FURQAN And speaking of brain cells, I think I've killed enough for one day. I thank you, S, for your invaluable insights on the nature of man's creation.

SHAIKH Have I been able to firmly convince you of my beliefs on the matter?

FURQAN Well, to put it simply: No, S, you have not!

SHAIKH I'm glad to hear it. There could have been nothing worse than to have you walk away from here thinking you had all the answers.

FURQAN In fact, if you must know, I am leaving our discussion with a greater number of questions than I had when I entered: questions which we must leave to be discussed for another day.

SHAIKH Then until that day, farewell.

****

۲۵ سالہ تجربہ کار

پیپلز کلیرنگ ایجنسی
کسٹم ھاؤس سے منظور شدہ
کلیرنگ اینڈ فارورڈنگ ایجنٹ

کلیرنگ اور فارورڈنگ کے معاملات میں ایک قدم آگے
ہمارے ۲۵ سالہ تجربہ سے دوسروں کے مقابلے میں زیادہ فائدہ۔
ہم آپکی خدمت کیلئے ہمہ وقت تیار ھیں۔

۵۔ وقار سینٹر، فرسٹ فلور رام بھارتی اسٹریٹ، جوڑیا بازار۔ کراچی
فون: ۲۴۲۶۱۲۸ ، ۲۴۲۷۵۳۷-۲۴۳۱۰۴۵
فیکس نمبر: ۲۴۱۹۷۸۴
ٹیلیکس: ۲۱۰۴۳ BTC PK

FURQAN But does your interpretation make the theory of evolution any more acceptable?

SHAIKH I think it does. The concept of Adam being a community of men, rather than one single man, works better with the theory of evolution because it means that man was not created as a single, isolated entity by God. Instead, man was constantly evolving from his "chimp-like" ancestors. Only when this proto-man developed the capabilities we see today (the ability to stand on his hind legs, the ability to use tools, and the acquisition of a bigger brain size) did God infuse the "soul" of man into our species. It makes sense to suppose that a large group of proto-man took the final step into "manhood" together. That first group of man is what the religious texts refer to as Adam, and the infusion of the soul into Adam is the actual event referred to as the Creation of Man.

FURQAN Let's return, for a minute, to something you mentioned just a while ago. You said that believers don't like the scientific theories because they don't understand why God would spend billions of years shaping man when He could have done it just by saying "Be."

SHAIKH And I believe He *did* do it just by saying "Be." God said "Be," and thus began the evolutionary processes that would one day lead to the creation of our species. Most people think "evolution" means blind and random formation, but I believe that God had a master plan, and evolution *was* that plan!

FURQAN But then why was it such an inefficient plan?

SHAIKH Was it? Why do most people think God has to work suddenly and dramatically? It's as if people just don't take God seriously unless He puts on a "magical" display. But is it any less magical the way I have outlined it? Think about it. You have to remember that evolution was not just working to form our species, but every one of the millions of species we see doday. God's plan was that He would create a single cell consistaing of an RNA strand, give it the capability to evolve, and then sit back as evolution turned it into the complex mosaic of life on this planet. I can't think of any plan more efficient than that! So what if it took billions of years instead of two seconds, or six days, or whatever? That's just the pace at which God chose to work. If it had been any faster, we would have wanted it faster still. How long it took is irrelevant.

FURQAN Do you know what troubles me about all this? If it *is* possible to explain the metaphors and legends of religious texts so rationally, why did God have to be so vague about it? Why couldn't he just use literal terms. It would sure help reduce all the confusion that has arisen.

SHAIKH I don't think I can give you a very reasonable answer, other than to say that like all higher psychology, metaphysics, modern astrophysics and great literature inclusive of classic drama and poetry, the style of religious texts often seems to have made a trade-off between the "force" of a message and its preciseness. The truth of the matter, one that many people find difficult to grasp, is that the message of God is not easy. The Quran and the Bible and all other revelations are not kindergarten storybooks. They are marvels of literature that demand the highest intellectual engagement and involvement, and until people are willing to enter that engagement, the "confusion" you mentioned *will* prevail. Plus, you have to remember that in the

SHAIKH Let's think about that for a minute. Imagine the world as it may have been during the dawn of mankind. Man would have existed in small, tight-knit communities. There would be equitable distribution of all resources. There would be no exploitation, and everyone would have existed in harmony and worked towards each other's common good. Then one day one person decides he no longer wants to live under the same banner as his fellow human beings. He splits himself off into a separate denomination. Mankind slowly begins classifying itself in terms of races, religions, languages. Today, mankind is split up into microfactions. We identify ourselves in terms of our larger groups. There are many different religions. Each has its own sub-religions. Christians are either Catholics or Protestants. Muslims are either Sunnis or Shias. Each group believes itself to be in the right and thus despises every other. It is the stuff wars are started on. There was no need to throw Man out of heaven: he threw himself out!

FURQAN I sense another metaphor about to rise. Correct me if I'm wrong, but aren't you saying that the "Heaven" and the "Earth" referred to in the story were in fact on the same physical plane, i.e. that earth *was* heaven when man lived in unity and peace, but changed into "plain old earth" when he began to divide?

SHAIKH You've begun to think two steps ahead of me. Yes, that was the thesis towards which I was headed.

FURQAN Yet, how come such an interpretation of the religious text sounds so new to me? How come I've never heard it before from religious scholars?

SHAIKH Very f ew people have ever thought of it in this way. It would be foolish of me to assert that it is absolutely correct, but it is the only perspective I have come across that answer most of the questions, at least for me.

FURQAN Does it answer the question of evolution?

SHAIKH I think so, Let's look, for a minute, at the current scientific theories regarding the creation of man. Archeological evidence tells us that life on earth is billions of years old, in which time man has only occupied a small, insignificant slot....

FURQAN I remember reading somewhere that if life on earth were one month old, man would have come into the picture during the last ten minutes of the last day!

SHAIKH Next, evolutionary theory told us that man did not just make a sudden appearance onto earth, but had been constantly evolving from other life forms until he eventually obtained the form he has today.

FURQAN You don't have to think too hard to figure out why most believers do not like such a description.

SHAIKH Firstly it seems they don't like it because it removes the dramatic and sudden approach to creation that believers like to characterize with God. Why would God spend billions of years shaping our species when He clearly has the capability to do so in the blink of an eye?

FURQAN "Be, and it was!"

SHAIKH Right Secondly, they don't like it because many believers consider the theory of evolution and man's descent from "monkeys" an affront or insult to their ego. Such an attitude clearly came through when Darwin first proposed the theory more than a hundred years ago.

FURQAN Please proceed.

SHAIKH This third point is one that most Christians would tend to disagree with, but that some Muslims may agree to. It concerns the concept of Original Sin, of which I am a skeptic. I do not believe that the sins of one man are punishable unto any other. My outlook is supported by the Quran, which claims that each man shall be punished or rewarded only for his own actions. But if we are to believe that we, as children of Adam, are continually suffering on his account, it contradicts the notion of each man being responsible for his own, and only his own actions. This happens to be a basic tenet of most religions.

FURQAN But doesn't the Quranic story also say that we were sent down to earth, from heaven, because of Adam's sin?

SHAIKH It does, and it therefore implies that the sin of approaching a "tree" is one which we are all continually guilty of committing.

FURQAN I swear I didn't approach no tree!

SHAIKH I'm sure you didn't. At least, not a tree in the literal sense of the word.

FURQAN Okay, so you've convinced me that it's necessary to take metaphorical interpretations of religious texts. But until now everything you've said seems to be more the perspective of an agnostic. I'm having trouble remembering that you're supposed to be convincing me of the *truth* of religion. What is the tree a metaphor of, anyway?

SHAIKH This is a question I'd been pondering for a very long time. I finally found an answer that seems to fit. It came from a rather unexpected corner: A lexicon of the Arabic language.

FURQAN A lexicon? You're right. That was unexpected.

SHAIKH I've found that, very often, an etymological study of an Arabic word helps reveal the meaning of any symbolic context the word may be placed in. Hence, if we were to trace the roots for the Arabic word for "tree" we may be able to find what a metaphor of such a word may really mean.

FURQAN I trust you've already done so.

SHAIKH Yes. The Arabic word for tree is "Shajarah." It comes from the root-word "Shaj'r" which literally means "anything that splits." Hence a tree is called a Shajarah because its many different branches split off from one solid trunk. There's also a word in Arabic, Mushajirat, which, crudely translated, means "sectarianism," the splitting off of many groups from one single community. As you can tell, it has the same root-word.

FURQAN So, to "approach the tree" really meant...

SHAIKH ... To split up into groups, sects, factions.

FURQAN Wait a minute. I'm confused about one point. How can one man and one woman be told not to split up into groups?

SHAIKH I'm glad you brought it up. They can't! Which very much seems to imply that Adam and Eve were not simply one man and one woman, but a whole community of men and women. Another metaphor!

FURQAN But is splitting up into groups really a sin punishable by expulsion from Heaven?

die..." So she took its fruit and ate it, and gave some to her husband.... Therefore the Lord God sent Adam forth from the garden of Eden, to till the ground from which he was taken...."

SHAIKH Thank you. Now if you may be so kind as to read the corresponding story from a translation of the Quran? You'll find it in Surah-tul-Baqarah, Ayats 35 to 37.

FURQAN Certainly.

"And We (Allah) said "O Adam! Dwell you and your wife in the Paradise and eat freely with pleasure and delight of things therein, but come not near this tree or you both will be of the Zalimun (wrongdoers). Then the Shaitan made them slip therefrom, and got them out from that in which they were. We said "Get you down, all, with enmity between yourselves. On earth will be a dwelling place for you..."

SHAIKH What's the first thing that comes to mind on reading the two passages?

FURQAN Well, the similarities between the two are striking! Both versions name the first man as Adam; both acknowledge the presence of a woman; both blame an agent, either the serpent or Satan, as causing Adam and his wife to "slip"; and both have a tree.

SHAIKH Good observations, F.

FURQAN Now, why did you say a literal understanding of these verses is not correct?

SHAIKH Well, we've just read two different versions of the same story in the holy books of the two major religions of our time. Let us look at the Quranic story first. We see God permitting Adam and his wife to enjoy every pleasure of heaven, and yet forbidding them from nearing a certain tree, whose exact function is kept unclear. In isolation, what seems wrong about this story to you?

FURQAN It seems that God is being rather unreasonable...

SHAIKH Exactly! No where else in the Quran has God forbidden anything to mankind without offering an explanation of why the item has been forbidden, why man is better off without it. But in this story, a simple tree! It seems God is merely exercising His omnipotence on Adam, just to see if he would have the audacity to defy...

FURQAN As if God needs to feed His ego by imposing restrictions on His creations.

SHAIKH Precisely, It just doesn't work for me. This clearly leads us to conclude that the tree is more than a meaningless item, that it *does* bare some significance that may be better understood by taking the tree as a metaphor of something else.

FURQAN Maybe the tree is a metaphor for the "knowledge of good and evil," as it is in the biblical account.

SHAIKH Once again, this doesn't work for me. It implies that to approach knowledge is a sin, and that God is an advocate of the proverbial "blissful ignorance." This seems a contradiction because the Bible, as all other holy books, *is* a distributor of knowledge; and it seems highly unlikely that a distributor of knowledge would claim the acquisition of that knowledge as being a sin.

FURQAN So you think the tree referred to has been misinterpreted as being the tree of knowledge. What *does* it refer to, then?

SHAIKH We'll come to that in a second. First, if you may allow me to offer another reason for disliking the literal interpretations of the holy texts..

VOICE OF YOUTH

When Adam Met Darwin

By
Furqan Khalid Shaikh
(Student of Toronto University, Canada)

****

FURQAN Shaikh, I could never understand how you could be an avid scholar of the natural sciences and yet still maintain such a deep interest and regard for the world's religious scriptures.

SHAIKH What's so hard to understand?

FURQAN Well, from what I have seen, religious texts and scientific theories rarely agree on anything, so it is a curiosity as to how you can believe in one without holding a complete disregard for the other. Or perhaps you study both in order to rebuke one in the light of the other.

SHAIKH On the contrary, F, I believe religion and science to be congruent on many topics, and often find that the one reinforces the other.

FURQAN Well then, explain to me how the story of Adam as revealed in religious texts reinforces the theory of the descent of man by evolution as proposed by Darwin.

SHAIKH Ah, yes! The Creation of Man: the *untermensch* of the Religion-Science debate. Well, F, I think the important thing to realize is that the words of God are very often revealed in metaphors...

FURQAN That's what I've heard so often. But I don't see how it makes any sense to try and "squeeze" certain meanings into metaphors of religious passages only to make them conform to scientific views. It seems like "reverse deduction." That's not the way I like to think.

SHAIKH Me neither. I don't like to apply metaphors to scriptures only to make them conform, but I do think there are certain passages which would demand an allegorical treatment even if science had not contradicted them.

FURQAN Are you saying that you would have searched for a metaphor in the story of the Creation of Man even if modern science had not put up its counter-arguments?

SHAIKH Certainly.

FURQAN Why?

SHAIKH Well, because certain religious passages just don't work well under a literal treatment. For example... In fact, why don't we take an example from our current topic? Let's see. I have a Bible here somewhere. F, would you be so kind as to read us the passage concerning the story of Adam in Genesis, 2 to 4?

FURQAN Sure, I'll just skim lightly through it.

"Then the lord formed man of dust... The lord took the man and put him in the garden of Eden..... Out of the rib which God had taken from man. He created woman and brought her to man... God said "You shall not eat of the fruit of the tree in the midst of the Garden, lest you die." But the serpent said to the woman, "You will not

11. **Pragmatism:** At the dawn of Islam, Greeks were the torchbearers of knowledge in the world. Many scholars including Briffault and Higgins have correctly remarked that the Greek knowledge rested on theory and logic. Experimentation had no place in the Greek system of learning. (Aristotle had written that women were deficient in intellect because they had only 28 teeth. He never even bothered to look!) **It was only Islam that taught mankind of the necessity of testing a theory or ideology by way of experimentation.**

The Renaissance of Europe did not take place in the 15th century. Rather it began when Europe learned from the culture of the Arabs. The cradle of European awakening is not Italy. It is the Muslim Spain.

(Robert Briffault, *The Making of Humanity.)*

For the sake of brevity, our list has been kept very incomplete. Now let us turn to some objections that non-Muslims often raise against Islam. *(To Be Continued)*

****

THE BEST INVESTMENT

Pamphleteering **has proved to be the best way of spreading Quranic knowledge. One pamphlet of average size cost Rs 10,000 and with it you can illuminate 5000 homes with Quranic wisdom. Lovers of Quran are invited to invest liberally. They can deposit their shares of money in Account NO. 3082-7 National Bank of Pakistan Main Market Branch, Gulberg, Lahore or directly in the office of Idara Tolu-e-Islam.**

Chairman
Idara Tolu-e-Islam

priesthood the world over. (Ironically once again, Muslims are not currently heeding the Qur'an, but following non-Quranic traditions.)

The modernization of my nation consists,
Of what has been outworn by all creation.
---Sir Iqbal---

9. **Womens' Rights:** In the times when the woman was considered property of the man and was treated worse than slaves; when "Eve" and "evil" were thought to be synonymous and woman was a "shameful load of sin"; when she spent her life in bondage first to her father, then to her brothers and eventually to her husband; when Christian conferences were discussing questions such as

--- Does the woman have a soul?
--- Is she human?
--- Will she be resurrected?

The Qur'an thundered:

"Women have rights unto you as you have rights unto them." (2:187)

"Every person will be rewarded according to one's actions; male or female." (4:32)

And the "Mercy for the Worlds" Mohammad, the Exalted, uttered:

"Paradise lies at the feet of your mothers."

"The best among you is the one who is best to his wife."

"O Men! You will be questioned about your treatment of women."

Michael Hart notes that the New Testament still teaches: "Let the woman learn in silence.... She is to keep silent..... Adam was not deceived but the woman was deceived and became a transgressor. Yet woman will be saved through bearing children (Timothy 2:11-15). "The head of every man is Christ, the head of a woman is her husband... for if a woman will not veil herself then she should shave her hair.... woman [was created] for man" (Corinthians 11:3-10).

Now, look back with an open mind. Which way has the mankind moved in the last 1400 years? Surely, Islam is on the march! It may also be of interest to note here that in the USA women gained the right to vote in 1920. When did Muslim women attain it? In the 7th century!

10. **Science:** While Europe was struggling through the Dark Ages, Muslims were performing scientfic miracles under the Qur'anic guidance. Here is an example of the scientfic guidance in the Qur'an. (This topic of the Qur'an and science will be further discussed in Chapter VII.)

Until recently, the sun was thought to be stationary in the center of the solar system. The Qur'an had, however, revealed 1400 years ago that "The sun is moving along toward its appointed destination." The great thinker, Ouspensky, maintained that any science that contradicted the Qur'an would turn out to be false. Then, during Ouspensky's lifetime, it was discovered that the sun is moving toward a specific destination at 12 miles per second i.e. 43,200 miles per hour! This destination has even been assigned a term: Solar Apex (Constellation of Hercules).

n. Presumption of innocence (49:6)
o. Sanctity of name and lineage (49:11)
p. Right to residence (4:100), (2:85)
q. Aesthetic choice (18:31), (76:13-15)
r. Protection of chastity (17:32), (24:2)

It is noteworthy that the United Nations and the UNESCO Commission subject human rights to certain conditions and limitations. They further differentiate between a person owning those rights and application of those rights according to law. Human rights outlined according to the Holy Qur'an are not subject to whims of the sovereign nations.

6. **The Caste System:** The Holy Messenger declared and established human brotherhood and equality by persoanl examples. He belonged to the noblest of tribes and families. Yet, he humbly repeated "I am a human just as you are." He further advised his closet family members that being a relative of Mohammad (the Exalted) will be of no avail to them. Last, he established that the only criterion of superiority among men and women is their conduct. Color, creed family, wealth would not impart honor to any individual.

Now which way is the world moving? India, which has been the warm cradle of the detestable caste system is trying to get rid of this curse of humanity. "The Untouchable" is being called Harijan meaning "the bearers of Divine Spirit". And India is just one example.

7. **Slavery:** The Holy Messenger shook up the so-called masters of men, "Their mothers had born them free. How could you enslave them? What if you were made their slaves and they were made your masters!"

The Qur'an while explicitly pronouncing equality and brotherhood of all men, ordered to "free slaves for ransom or better as human kindness" (47:4). Few people know that the Islamic methodology resulted in the emancipation of slaves (male and female) without the least friction and bloodshed. Islam incited a noble revolution in the hearts of people. Without the Divine light the 19th century America, even under the great leadership of Abraham Lincoln, had to sacrifice one million dead and wounded attempting to abolish slavery!

8. **Priesthood:** At the Dawn of Islam, priesthood was the worst oppressor of humanity. They were considered to possess infinite occult powers. They were thought to be "knowers of the Unseen" and supposed to be intercessors between man and God. They enjoyed greater authority than the kings did. After all, they knew what was in a person's heart! They could condemn the "children of God" to be hanged, crucified or burnt alive! Their tyranny outlasted their own lives. Their tombs remained centers of worship and prayer and exploitation.

The Qur'an announced that Allah is the only knower of the unseen (72:26). There is no medium between man and God because He is as close to him as "the Jugular vein" (50:16). Now we see that humanity has been gaining freedom from

The Holy Messenger toppled the world of false ideas, "There is no superiority of a black over a white or a white over a black. All of you humans belong to the same single stock. The best among you are those best in character..."

Now think with an open mind. Is not the world moving away from racism? At least open expression of racial discrimination has become condemnable in most parts of the world.

5. **Human Rights:** Here, I suggest that the reader examine three most celebrated documents on human rights:

--- the British Magna Carta

--- the American Constitution and

--- the United Nations Charter of Human Rights.

Then study only the brief "Farewell Sermon" of Messenger Mohammad, the Exalted, and compare. The intelligently written human documents seem to fade and pale in comparison to just one sermon of the Holy Messenger! (Please see Robert Briffault's quote at the beginning of this chapter.)

Haven't human rights become an important issue of discussion and action today? True, the world including Muslims have to go a long way. The point is that Islam is perceivably or imperceivably on the march. The Qur'an had declared in the 7th century, "We have created all mankind worthy of honor and dignity" (17:70)

History stands witness to the blessings of the Qur'anic way of life. In the truly Qur'anic era of Islam, the (emancipated) black slave of Ethiopia, Bilal, the poor laborer of Rome, Suhaib, and the lonely wanderer of Iran, Salman, were equal to and had the same rights as the most powerful man of the time. Umar Farooq the Great (R.A.) the second Caliph of Islam used to address Bilal, "O' my master!" He requested that Suhaib lead the Caliph's funeral. And the Holy Messenger had himself honored Salman by calling him a member of his own household.

As a brief rusume of human rights given in the Qur'an let us only mention a few.

- a. Equal human dignity by birth (17:70), (95:4)
- b. Gender equity (4:32), (33:35)
- c. Superiority by character only (49:13), (46:19)
- d. Rule of law, not of individuals (3:79)
- e. Full compensation of work (53:39), (53:41), (39:70)
- f. Provision of basic needs (20:118-119)
- g. Security of faith, life, mind, honor, and property (6:109). (6:152), (2:269), (17:36), (24:2)
- h. Choice of spouse (4:3), (4:19)
- i. Freedom of religion (22:40), (6:109)
- j. Freedom of expression (2:42), (3:71)
- k. Redress of grievances (4:148)
- l. Privacy (33:53), (24:27)
- m. Care of any handicap (4:36), (70:24)

ISLAM IS ON THE MARCH

1. **Despotism:** At the time of the advent of Islam in 610 C.E. kings and tyrants were ruling countries, nations and tribes. There was no idea of human liberty and rule of law, no concept of people having any say in the government. Islam's was the first voice against that universal exploitation of the masses.

No person has the right to command obedience of people
even though he be a messenger of God (3:79)
Command belongs only to (the law of) Allah (6:57)

Now look back at 1400 years of history. Isn't the world moving away from despotism?

2. **Democracy:** It is often thought that Rousseau, Locke and other European thinkers laid the foundation of modern democracy. But the Holy Qur'an decreed 14 centuries ago:

The affairs of the believers are a matter of counsel (42:38)

Today, mutual consultation in political matters is the hallmark of democracy. (Ironically kingdoms, sheikdoms, despotism and autocratic rule today are seen mostly among countries that call themselves Muslim. This is another instance of the Muslim's departure from the Qur'an.)

It may not be out of place to mention here that mutual counsel of people will soon take one more vital step i.e. all legislation would take place within the framework of the Qur'an. And whichever country will take that vital step will formulate a truly Islamic government and become a model state for the rest of the world. Other nations will follow suit.

3. **Human worship:** The Holy Messenger broke the idols of personalities. The greatest man who ever walked this earth kept repeating "I am a human being just as you except that Allah reveals His Message through me" (18:10).

O' people, O' believers! I am only Mohammad the son of
Abdullah (his father's name).
I am the son of an ordinary Quraishi woman
who used to (save and) eat dry meat.

Further, Mohammad, the Exalted, said, "One who loves that people keep standing before him, should seek his abode in hellfire."

We observe that since the Holy Messenger's advent human worship has been dwindling throughout the world. (Ironically again, today it is mostly Muslims who are prostrating before religious people, before their ancestors' graves or humbling themselves in front of those in power and authority.)

4. **Racism:** 14 centuries ago the whole world was drenched in racism. Aristotle taught around 500 B.C. that the Greeks were superior to all nations. The Romans divided their own people among classes. There were about 8 slaves per Roman elite. India demonstrated racism to the extreme degree where a newborn's whole life depended on whether he was born into a Brahman, Khatri, Vaish, or Shudra family.

Why I am not a Christian!

[3]

By
Dr. Shabbir Ahmed M.D. (Florida)

****

Chapter IV. THE CONTRIBUTIONS OF ISLAM

The ideas that inspired the French Revolution and the Declaration of Rights, that guided the framing of the American Constitution and inflamed the struggle for independence in the Latin American countries [and elsewhere] were not inventions of the West. They find their ultimate inspiration and source in the ***Holy Qur'an.***
(Robert Briffault)

****

Sometimes people wonder if Islam has run its course. The bullet has been fired. What remains is just the empty barrel. This is a dangerously false assumption. Dangerous because it deprives humanity of the only hope it has. An examination of history bears out the fact that Islam has not failed, Muslims have. And Muslims have failed because they abandoned the holy Qur'an in favor of man-made books written centuries later! The moment they return to the Qur'an, the Muslims will attain their lost glory. Or whichever nation for that matter, embraces the Qur'an will establish the ideal state on the planet. Let us recall what George Bernard Shaw had said, "Mohammad, the wonderful man-in my opinion he must be called the Savior of humanity." "I predict that tomorrow's Europe will embrace Islam." Thus, the Holy Messenger will prove to be the savior of humanity as he did 14 centuries ago. His sublime message is perfectly alive and well.

As we have discussed that all the universe and our own planet have been created according to a master plan. They will keep moving to their appointed destinations. Likewise human civilization has been evolving through history. When human beings follow the Divine revelation, times are shortened and emergent evolutions take place. What would take centuries, can materialize in years. In Sir Iqbal's words:

Revelation economizes human effort.

Without the benefit of the Qur'anic Light the world is still moving, though slowly, toward its destination of unity of mankind. [illegible] human civilization is taking place. **Islam is on the march.**

Now let us see a few glittering examples [illegible] see how correct Robert Briffault is in his observations and [illegible]

WE MISS HIM!

By

Ms Shamim Anwar

It was the first death anniversary of Babaji and I was reminiscing on the great presence of the person we had lost a year ago. Among other things I recalled my constant grumbling and anxiety at the curtain of ignorance that the obscurantists and the jealous intellectuals had wowen around him. To this, one day, he chided me saying that the foundations of a building are always invisible. When I wrote a whole article on the contribution of the Tolu-e-Islam Magazine between 1938 and 1942 in the Pakistan Movement he was unhappy about the motivation behind my effort. (This article now forms part of my little book, "The Pakistan Idea".) Anyway, the purpose of my reminicences this month has a crucial and relevant aspect to it. Having completed my article, I had requested a British colleague of mine in college to type this article for me, which she did. When returning it to me, she asked whether she could keep a copy of it for herself, which I told her she was welcome to. Casually, when I asked the reason, she said in this article she was face to face with a very great man. What impressed her was his total indifference to self-projection and egotism.

I do think this is the greatest compliment one can pay to Parwez. In this month of July this man was born who enjoyed being what he was and expressing himself to the maximum capacity whatever his talents and aptitude demanded. He cooperated with the Qaid-e-Azam as a team just as Iqbal did earlier on. The beauty of this relationship was that none encroached on the others talent, each man unique in his own being, and lived to the full in this self-discovery. This is how Nature wants us to live, to be what one is. If one wants to be someone else, it is disastrous, not only to oneself but to the whole people. No movement can catch momentum or take off without such leadership

On this birth anniversary of Parwez, let us give thought to this very crucial aspect of human life. The future of this whole globe is at stake. Apart from other factors, the egocentrism is the biggest and the most dangerous malaise me are suffering from.

****